اقتدا کے مسائل

افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت کا حکم:

سوال: زید ایک مسجد کا امام ہے، عالم، یا قاری، یا حافظ نہیں ہے، صرف مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی اردو تصنیفات کا مطالعہ کر رکھا ہے، جس کی بنا پر اپنے آپ کو کسی پائے کے عالم سے کم نہیں سمجھتا ہے، قرآن میں اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو ٹوکنے پر جھگڑا کرنے کو تیار رہتا ہے اور وہ طریقہ اپناتا ہے کہ کوئی اس کی غلطی پر روک ٹوک نہ کرے، جب کہ مقتدیوں میں اس سے اچھا قرآن پڑھنے والا عالم موجود ہیں تو ایسے لوگ کیا کریں؟ جب کہ جانتے ہیں کہ یہ قرآن میں ایسی غلطی ہے، جو نماز میں بھی نقص پیدا کردے گی اور امام کو بتا بھی نہیں سکتے ہیں تو ایسے لوگ جو امام سے افضل ہیں، امام کی اقتدا کریں، یا تنہا نماز پڑھیں؟ اور ایسے امام کی امامت کا کیا حکم ہے؟

الجواب ______________ حامدًا و مصليًا

کسی دیندار عالم کو بلا کر اس کے سامنے امام صاحب سے نماز پڑھوائے، اگر واقعۃً امام صاحب ایسی غلطی کرتے ہیں، جس سے نماز میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو افہام و تفہیم کے ذریعہ ان کو اس سے روکئے اور اگر وہ کہیں جا کر قرآن کریم کی تصحیح کرائیں تو بہتر ہے، ورنہ عامۃ المسلمین کی رائے سے دوسرے امام مقرر کرلیں۔(۱) بہر حال کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو، جس سے آپس میں کشیدگی اور لڑائی جھگڑے کی نوبت آجائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی، الجواب صحیح: بندہ عبدالحلیم عفی عنہ۔ (حبیب الفتاویٰ: ۳/۸۵)

---

(۱) عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "من أم قومًا فليتق الله وليعلم أنه ضامن مسؤول لما ضمن وإن أحسن كان له من الأجر مثل أجر من صلىٰ خلفه، من غير أن ينقص من أجورهم شيئًا وما كان من نقص فهو عليه". (رواه الطبرانی فی الأوسط من رواية معارک بن عباد)

وعن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال:" ثلٰثة علىٰ كثبان المسک، أراه قال: يوم القيامة، عبد أدى حق الله وحق مواليه، ورجل أم قومًا وهم به راضون ورجل ينادى بالصلوات الخمس فى كل يوم وليلة". (رواه أحمد والترمذى وقال: حديث حسن)

ورواه الطبرانی فی الصغير والأوسط بإسناد لا بأس به ولفظه: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" ثلاثة لايهولهم الفزع الأكبر ولاينالهم الحساب وهم علىٰ كثيب من مسک، حتىٰ يفرغ من حساب الخلائق: ==

افضل مفضول کی اقتدا کرسکتا ہے:

سوال: ایک شخص جوعقائد بریلویہ سے تعلق رکھتا ہے، اپنے وعظوں میں اکثر کہتا ہے کہ جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیوں کے لیے عرش رب یہ آرزو رکھے کہ کاش یہ جوتی میرے اوپر ہوتی، اس کے سامنے حضرت ابوبکرؓ جیسا صحابی امام بن کر کھڑا ہوسکتا ہے؟ پھر کہتا ہے، ہرگز نہیں؛ بلکہ یہ بات نہ کتابوں میں ہے اور نہ حدیثوں میں ہے؛ بلکہ دیوبندی فرقہ نے آپ ہی گھڑی ہے۔

اب صورت یہ ہے کہ دیوبندی فرقہ کے ایک سو چالیس آدمی ہیں، جنہوں نے مجھے بھیجا ہے کہ میں خیر المدارس سے اس چیز کا حوالہ لے آؤں کہ حضرت ابوبکرؓ نے امامت کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے مقتدی ہوئے ہیں۔

الجواب

شخص مذکور جھوٹا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، (۱) اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے، (۲) صحیح احادیث میں صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ موجود ہے، محدثین اور فقہا نے لکھا ہے کہ افضل مفضول کے پیچھے نماز ادا کرسکتا ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبداللہ غفرلہ، مفتی جامعہ ہذا، ۱۳۷۶/۶/۲۵ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۳۰/۲)

== رجل قرأ القرآن ابتغاء وجه اللّٰه، وأم به قومًا وهم به راضون. (الترغيب للمنذرى، الترغيب فى الإمامة والاحسان، والترهيب منها عدمها، رقم الحديث: ٦٦٠-٦٦٢، انيس)

(والأحق بالإمامة) تقديماً بل نصباً، الأعلم بأحكام الصلٰوة، إلخ، ثم الأحسن تلاوة و تجويدًا. (الدر المختار)

أفادبذلک أن معنى قولهم أقرأ: أى أجود، لاأكثرهم حفظًا... ومعنى الحسن فى التلاوة أن يكون عالماً بكيفية الحروف والوقف ومايتعلق بها، قهستانى. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى تكرار الجماعة فى المسجد: ٥٢١/١، انيس)

(١) وعن عائشة رضى اللّٰه عنها قالت صلّٰى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم خلف أبى بكر فى مرضه الذى مات فيه قاعداً. (سنن الترمذى، باب ماجاء إذا صلّٰى الإمام قاعداً فصلوا قعوداً: ٨٣/١، رقم الحديث: ٣٦٣، فيصل پبليكيشنز ديوبند، انيس)

(٢) عن مغيرة بن شعبة قال تخلف رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وتخلفت معه قلما قضٰى حاجته قال: أمعك ماء؟ فأتيته بمطهرة فغسل كفيه ووجهه ثم ذهب يحسر عن ذراعيه فضاق كم الجبة فأخرج يده من تحت الجبة وألقى الجبة علٰى منكبيه وغسل ذراعيه ومسح بناصيته وعلٰى العمامة وعلٰى خفيه ثم ركب وركبت فانتهينا إلى القوم وقد قاموا فى الصلاة يصلى بهم عبد الرحمن بن عوف وقد ركع بهم ركعة فلما أحس بالنبى صلى اللّٰه عليه وسلم ذهب يتأخر فأومأ إليه فصلّٰى بهم فلما سلم قام النبى صلى اللّٰه عليه وسلم وقمت فركعنا الركعة التى سبقتنا. (الصحيح لمسلم، باب المسح على الخفين: ١٣٤/١، رقم الحديث: ٦٥٦، مكتبة البدر ديوبند، انيس)

فاضل کی نماز مفضول کے پیچھے درست ہے:

سوال: اگر دو شخصوں میں ذاتی نقیض ہے تو مفضول کی نماز فاضل کے پیچھے ہو جاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

نماز صحیح ہے،(۱) اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۲۳۳/۳)

افضل اپنے سے کم علم والے کی اقتدا کرے، یا نہیں:

سوال: زید نماز پڑھا رہا ہے اور اس سے افضل لوگ آئے تو جماعت میں شریک ہوں، یا نہ ہوں اور نماز مکروہ تو نہ ہوگی؟

الجواب

نماز میں کچھ کراہت نہ ہوگی اور شریک جماعت ہو جانا چاہیے۔(۲)(فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۹۴/۳)

ادنیٰ حال کی مراد:

سوال: امام کو مقتدی سے ادنیٰ حالاً نہ ہونا چاہیے، اگر امام ادنیٰ حالاً ہے تو اقتدا صحیح نہیں، ادنیٰ حالاً سے کیا مراد ہے؟

الجواب

اس کا مطلب یہ ہے کہ امام نفل پڑھے، مثلاً اور مقتدی فرض پڑھے تو متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز صحیح نہیں ہے، باقی مطلب یہ نہیں ہے، جو سائل نے لکھا ہے؛ بلکہ ان صورتوں میں نماز دونوں کی صحیح ہے؛ یعنی امام کی بھی اور مقتدی کی بھی، مثلاً امام اگر عالم نہیں اور مقتدی عالم ہے،(۳) یا امام کے سر پر عمامہ نہیں اور مقتدی کے سر پر عمامہ ہے تو اس طرح نماز سب کی صحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند:۱۸۳/۳)

جاہل کی عالم اقتدا کر سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: اگر ایک جاہل نماز پڑھا رہا ہے اور ایک عالم، یا عالم مسائل بقدر ضرورت آ گیا تو وہ عالم اس کے پیچھے اقتدا کرے، یا نہ کرے؟ اگر اقتدا کی تو نماز میں کچھ قصور تو نہیں آیا؟

---

(۱) عن عائشة رضی اللّٰه عنها قالت صلّٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم خلف أبی بکر فی مرضه الذی مات فیه قاعداً.(سنن الترمذی،باب ماجاء إذا صلّٰی الإمام قاعداً فصلوا قعوداً: ۸۳/۱،رقم الحدیث: ۳۶۳، فیصل پبلیکیشنز دیو بند،انیس)

(۲-۳) ومثله إمام المسجد الراتب أولٰی بالإمامة من غیره مطلقاً(الدر المختار)أی وإن کان غیره من الحاضرین من هو أعلم وأقرأ منه.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۲۲/۱، ظفیر)

الجواب

اقتدا کرے نماز میں کچھ قصور نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند:۲۱۱/۳)

اقتداء المعذور بالمعذور کا حکم:

سوال: اگرامام کوخروج ریح کا عذر ہےاورمقتدی کوسلس البول کا عذر ہےتو اقتدا درست ہوگی، یانہیں؟

الجواب

اختلاف عذر کے وقت اقتدا صحیح نہیں ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں سلس البول والے کی اقتدا خروج ریح والے کے پیچھے صحیح قول کے مطابق درست نہیں؛ جیسا کہ علامہ شامی اورعلامہ طحطاوی کی عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

ملاحظہ ہو، شامی میں ہے:

"وإن اختلف لم يجز كما في الزيلعي والفتح وغيرهماوفي السراج مانصه:ويصلي من به سلس البول خلف مثله".

"وأما إذا صلّٰى خلف من به السلس وانفلات ريح لايجوز؛لأن الإمام صاحب عذرين و المؤتم صاحب عذر واحد ومثله في الجوهر ... لكن اعترض في النهرذلک بأنه يقتضي جواز اقتداء ذي سلس بذي انفلات وليس بالواقع لاختلاف عذرهما وهومبني علٰى أن المراد بالاتحاد اتحاد العين وهوظاهرما في شرح المينة الكبيروكذاصرح في الحلية:بأنه لايصح اقتداء ذي سلس بذي جرح لايرقأ أوبالعكس وقال كما هو المذهب،فإنه يجوز اقتداء معذور بمثله إذا اتحد عذرهما لا إن اختلف". (۲)

حاشیۃ الطحطاوی میں ہے:

(قوله:لأن مع الإمام حدثا ونجاسة) قال في النهر:مقتضى هٰذا التعليل أن يجوزاقتداء من به سلس البول بمن به انفلات ريح وليس بالواقع لاختلاف عذرهما فالأولٰى أي يعلل بمحض اختلاف عذرهما لايكون الإمام صاحب عذرين والمقتدي صاحب عذر واحد فتدبر. (۳)**والله سبحانه تعالٰى أعلم** (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳۳۷/۲-۳۳۸)

---

(۱) فإذا أخرج الحروف أخرجها على الصحة لايكره أن يكون إماماً.(الفتاویٰ الهندية،مصری: ۸۱/۱، ظفير)(الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره،انيس)

(۲) ردالمحتار: ۵۷۸/۱،سعيد (باب الإمامة،مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبي وحده،انيس)

(۳) حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۴۹/۱،باب الإمامة وكذا في شرح منية المصلي: ۵۱۶،سهيل اكيڈمی وكذا في الفتاویٰ الهندية: ۸۴/۱، الفصل الثالث في بيان من يعلم امامه لغيره

دوعذر والے کے پیچھے ایک عذر والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: اگر امام کو خروج ریح اور سلس البول دو عذر ہوں اور مقتدی کو صرف خروج ریح کا عذر ہو تو اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں اقتدا جائز نہیں ہے؛ اس لیے کہ امام مقتدی سے ادنی حال والا ہے۔ ملاحظہ ہو، شامی میں ہے:

"وأما إذا صلٰی خلف من به السلس وانفلات ريح لايجوز؛لأن الإمام صاحب عذرين والمؤتم صاحب عذر واحد".(۱)

الجوہرۃ النیرۃ میں ہے:

"ولايجوز أن يصلى خلف من به سلس البول وانفلات ريح؛لأن الإمام صاحب عذرين و المأموم صاحب عذرواحد".(۲)

امداد الفتاح میں ہے:

"ولايكون أدنٰى حالاً من المأموم كان يكون ... معذورًا والمقتدى خاليًا عنه".(۳)والله سبحانه تعالٰى أعلم(فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۲/۳۳۸)

جنات کے پیچھے اقتدا کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص جنات کے پیچھے اقتدا کرے تو نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

اگر جنات انسانی شکل میں ہے تو اس کے پیچھے اقتدا درست ہے اور نماز صحیح ہے، ورنہ نہیں۔ ملاحظہ ہو: علامہ بدرالدین شبلی الحنفی اپنی کتاب "آکام المرجان فی أحكام الجان" میں تحریر فرماتے ہیں:

نقل ابن أبي الصيرفي الحراني الحنبلي في فوائده عن شيخه أبي البقاء العكبري الحنبلي أنه سئل عن الجني هل تصح الصلاة خلفه؟فقال:نعم؛لأنهم مكلفون والنبي صلى الله عليه و سلم مرسل إليهم والله أعلم(۴)

---

(۱) ردالمحتار: ۱/۵۷۸، باب الإمامة،سعيد(باب الإمامة،مطلب الواجب كفاية هل يسقط بفعل الصبي وحده،انيس)

(۲) الجوهرة النيرة،كتاب الصلاة،باب صفة الصلاة: ۱/۸۳،مكتبة دار الكتاب، ديوبند،انيس

(۳) امداد الفتاح: ۳۳۳ ،شروط صحة الاقتداء،بيروت

(۴) آكام المرجان في أحكام الجان: ۱/۹۹،الباب السادس و العشرون في بيان هل تصح الصلاة خلف جنّي،انيس

انسانی شکل میں ہونا اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بغیر حرکات وسکنات کا پتہ چلنا مشکل ہے، ملاحظہ ہو: درمختار میں ہے:

وتصح إمامُ الجنی أشباه...وفی الشامی:(قوله وتصح إمامة الجنی)؛لأنه مکلف...(قوله أشباه)...إنما یستلزم أحکامها إذا کانوا علٰی صورة ظاهرة ولهٰذا لوجامع جنی امرأة ووجدت لذة لایلزمها الاغتسال کما فی الخانیة إلا إذا أنزلت کما فی الفتح أوجاء ها علٰی صورة آدمیکما فی الحلیة،وکذا یقال فی إمامة الجنبی واللّٰه أعلم(۱)

نیز جنات کے ذبیحہ کے بارے میں علامہ شامی نے انسانی شکل کی قید لگائی ہے۔ملاحظہ ہو: شامی میں ہے:

(قوله:وجنی)لما فی الملتقط "نهی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن ذبائح الجن"أشباه، والظاهر أن ذلک محله ما لم یتصور بصورة الآدمی ویذبح وإلا فتحل نظراً إلٰی ظاهر الصورة ویحرر.(۲) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا:۳۴۶/۲-۳۴۷)

کسی کے پیچھے امام کی نماز کا حکم:

سوال: امام صاحب نے حکم لگا رکھا ہے کہ اگر انہیں آنے میں دیر ہو جائے تو پانچ منٹ تک ان کا انتظار کیا جائے، اگر اس درمیان کوئی دوسرا نماز پڑھاتا ہے تو امام صاحب کو ناگوار ہوتا ہے اور اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ایک بار مسجد میں ایسا ہو چکا ہے، جماعت ہو رہی تھی اور امام صاحب نے الگ نماز پڑھی، امام صاحب کا یہ عمل کیسا ہے؟

الجواب ———————— حامدًا ومصلیاً

یہ حکم ایک نظم وانتظام برقرار رکھنے کے لیے ہے، اتنی مراعات تو امام صاحب کو دینی ہی چاہیے، مقتدیوں کو چاہیے کہ

---

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار:۵۵٤/۱،باب الإمامة،مطلب فی تکرارالجماعة فی المسجد،دارالفکربیروت،سعید

(۲) ردالمحتار:۲۹۸/٦،کتاب الذبائح،سعید وکذا فی الطحطاوی:۱۵۲/٤،کتاب الذبائح،العربیة

ومنها أن ذبیحته لاتحل قال فی الملتقط وعن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم أنه نهٰی عن ذبائح الجن.
(الأشباه والنظائر للعلامة ابن نجیم الحنفی فی الفن الثالث الجمع والفرق وفی بحث أحکام الجان،ص: ۳۲۹،مکتبة دارالکتاب بیروت،انیس)

وکذا فی الأشباه والنظائر للسیوطی: ٦٦/۲،القول فی أحکام الجان،الثالث:هل تنعقد الجماعة بالجن، دارالکتب العلمیة بیروت

وکذا فی مجموعة الرسائل اللکنوی:وجواز إمامة الجن والملک إلا أنهم صرحوا أنه یجوز الصلاة خلف الجنی؛ لأنه مکلف کالإنسی ولاتصح الصلاة المفروضة خلف الملک؛لأنه غیرمکلف فهو متنفل واقتداء المفترض بالمتنفل غیرجائز.(مجموعة الرسائل اللکنوی فی بحث تدویرالفلک فی حصول الجماعة بالجن والملک، الفصل الأول فی حصول الجماعة بالجن: ۳۷۲/۱،مکتبة إدارة القرآن کراچی،باکستان،انیس)

اس کا لحاظ رکھیں؛ لیکن اگر مقتدی حضرات وقت پر جماعت کھڑی کر دیتے ہیں تو امام صاحب کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد فوراً بنالیں اور دوسری جماعت شروع کر دیں؛ بلکہ جو نماز پڑھا رہا ہو، اس کی اقتدا میں نماز ادا کریں، کسی امام کو بلا وجہ شرعی ہٹا دینا صحیح نہیں، ویسے امام صاحب کو رکھنے نہ رکھنے کا اختیار متولی مسجد کو ہے اور اگر متولی مسجد نہ ہو تو کثرت آرا کے ذریعہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے، امام مذکور کے بارے میں جتنی باتیں دریافت کی گئیں، ان میں سے کوئی بات ایسی نہیں، جس سے امام کو ہٹانے کا جواز ہو باقی افہام وتفہیم اپنی جگہ پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

حررہ العبد حبیب اللہ القاسمی (حبیب الفتاویٰ:۳/۸۴)

شوہر کی اقتدا:

سوال: کوئی عورت تخلیہ میں خاوند کے پیچھے فرض نماز پڑھ سکتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر زوجہ اپنے شوہر کے پیچھے اقتدا کرے، نماز صحیح ہے؛ مگر اس کو برابر میں نہ کھڑا ہونا چاہیے، پیچھے کھڑی ہو اور اگر علاحدہ نیت باندھے تو پھر خواہ برابر ہو، یا پیچھے ہر طرح نماز صحیح ہے۔

درمختار میں ہے:

”وأما الواحدة فتتأخر وفيه أما إذا كان معهن واحد ممن ذكر أي أخته وزوجته أوأمهن في المسجد لايكره،بحر“. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۲۰۵)

مسبوق کی اقتدا:

سوال: ایک شخص جماعت میں اس وقت شریک ہو گیا، جبکہ امام ایک رکعت پڑھ چکا تھا، جماعت ختم ہونے پر شخص مذکور اپنی باقی ماندہ نماز پوری کر رہا تھا، اتنے میں دو شخص اور وضو کر کے پہلے شخص کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے، پہلا شخص اپنی رکعت پوری کر چکا، دو شخص جو بعد میں آئے تھے، ان کی ایک رکعت باقی رہ گئی، اس کے بعد ایک، یا دو شخص اور وضو کر کے ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے، اسی طرح پانچ دفعہ شامل ہوتے رہے، اس طریقہ سے اقتدا درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص جس کی ایک یا دو رکعت فوت ہو جاوے اور بعد میں آ کر جماعت میں شامل ہو، وہ مسبوق کہلاتا ہے، جس

(۱) الدر المختار: ۱/۸۳، ظفیر (کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس)

وقت امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی رکعت پوری کرنے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے، ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح آخر سلسلہ تک ان لوگوں کی نماز نہ ہوگی، جو آکر شامل ہوتے رہے، جیسا کہ درمختار میں مسبوق کے حال میں ہے:

"لایجوز الاقتداء به". (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۲/۳)

مسبوق کی اقتدا کا حکم:

سوال: امام کے سلام کے بعد مسبوق بقیہ نماز پڑھ رہا تھا، ایک شخص نے آکر اس کی اقتدا کر لی تو یہ اقتدا صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مسبوق واجب الانفراد ہوتا ہے، امام نہیں بن سکتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں یہ اقتدا صحیح نہیں ہوئی۔

ملاحظہ ہو: شرح منیۃ المصلی میں ہے:

فمن جملة أحكام المسبوق ماذكر ومن جملتها أنه فيما يقضى كالمنفرد إلا فى أربع مسائل: إحداها لايجوز اقتداؤه ولا الاقتداء به؛ لأنه بان من حيث التحريمة. (۲) واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۳۵۴/۲)

مسبوق کی اقتدا درست نہیں:

سوال: جماعت میں کوئی شخص دوسری، یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، بعد اختتام جماعت وہی مسبوق باقی ماندہ نماز پوری کر رہا تھا، پیچھے سے دیگر اشخاص آگئے اور لاعلمی سے مسبوق کے پیچھے نیت باندھ لی، یہ کہہ کر تکبیر آواز سے کہو، ہم بھی شریک ہو گئے، اسی صورت سے نماز پوری کی تو ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس کے پیچھے دوسروں کی اقتدا صحیح نہیں ہے، مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی، **كما فى الدر المختار: لايجوز الاقتداء به، إلخ.** (المسبوق: ٤٠١/١) (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶/۳)

---

(۱) الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، مطلب فى المسبوق واللاحق: ۵۵۵/۱، ظفیر (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

(۲) شرح منية المصلى: ٤٠٤، دار الكتاب ديوبند، والفتاوىٰ الهندية: ۹۲/۱، والشامى: ۵۹۷/۱، سعيد وفتاوىٰ قاضى خان علٰى هامش الهندية: ۱۰۱/۱

(۳) الدرالمختار علٰى هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق: ۵۵۸/۱، ظفير

صاحب ترتیب کی اقتدا ایسے شخص کے پیچھے، جس کی نمازیں فوت ہوتی رہتی ہیں:

سوال: صاحب ترتیب کی اقتدا ایسے امام کے پیچھے ہوسکتی ہے، یا نہیں، جس کی نماز فوت ہوتی رہتی ہو؟

الجواب

جبکہ امام صاحب ترتیب نہیں ہے تو اس کی نماز صحیح ہے، پس اس کے پیچھے صاحب ترتیب کی نماز بھی صحیح ہے؛ کیوں کہ مقتدی کی نماز تابع امام کی نماز کے ہے، **صحةً و فساداً**۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۲۱۱/۳)

جو مسافر امام تین رکعت پڑھ چکا ہو، اس کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام مسافر تین رکعت پڑھ چکا، چوتھی رکعت میں مقتدی شامل ہوا، وہ تین رکعت باقی کس قاعدہ سے پڑھے؟

الجواب

جبکہ امام مسافر ہے تو اس کو دو رکعت پڑھنی چاہئے تھی، اگر وہ سہواً چار رکعت پڑھ لے تو آخر کی دو رکعت اس کی نفل ہوئی، لہٰذا اقتدا اس کی مفترض کو چوتھی رکعت میں درست نہیں ہے اور نماز اس کی نہیں ہوئی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۱۶/۳)

عشا کوئی پڑھائے اور تراویح کوئی تو یہ جائز ہے، یا نہیں:

سوال: زید نے عشا کے فرض پڑھائے اور عمر نے تراویح پڑھائی اور عمر ہی نے وتر بھی پڑھائے تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

یہ صورت جائز ہے، تراویح پڑھانے والا وتر بھی پڑھا سکتا ہے، جبکہ وہ بالغ ہو؛ کیوں کہ نابالغ کے پیچھے نہ تراویح درست ہے اور نہ وتر درست ہے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۱۹۲/۳)

متوضی کی اقتدا متیمّم سے جائز ہے:

سوال: متوضی اقتداء متیمم کی کرسکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

---

(۱) فلایلزم الترتیب إذا ضاق الوقت المستحب حقیقةً ... أو نسیت الفائتة؛ لأنه عذر أو فاتت ست اعتقادیة لدخولها فی حد التکرار المقتضی للحرج. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ٦٨/١، ظفیر)

(۲) وكذا لا يصح الاقتداء بمجنون، إلخ، ولا مفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر؛ لأن اتحاد الصلاتین شرط عندنا. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٤٢/١، ظفیر)

(۳) ولا یصح اقتداء رجل بامرأة وخنثیٰ وصبی مطلقاً ولو فی جنازة ونفل علی الأصح. (الدر المختار) والمختار أنه لا یجوز فی الصلاة کلها. (ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٣٩/١-٥٤١، ظفیر)

الجواب ـــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

کرسکتا ہے۔

قال فی التنویر وصح اقتداء متوضی لاماء معه بمتیمم. (رد المحتار: ۱/۵۵۰) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۲۶۵)

پیش امام تیمّم سے جماعت کراسکتا ہے، یا نہیں:

سوال: پیش امام تیمّم سے جماعت کراسکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــ

اگر امام نے کسی عذر سے تیمّم کیا ہے تو شیخینؒ کے نزدیک اس کی امامت صحیح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں، اس لئے بہتر ہے کہ کسی اور شخص متوضی کو امام بنایا جاوے، البتہ اگر اور کوئی شخص امامت کے قابل موجود نہ ہو تو خود ہی پڑھا وے اور نماز جنازہ میں بالاتفاق امامت متیمم جائز ہے۔

فی الدر المختار: (وصح اقتداء متوضئ) لا ماء معه (بمتیمم) وقال الشامی: أی عندهما وقال محمد: لایصح فی غیر صلاة الجنازة. (۱/۶۱۵)(۱)

احقر عبدالکریم عفی عنہ، الجواب صحیح: ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۹/ربیع الثانی ۱۳۴۵ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۵۵)

مسح کرنے والے کی اقتدا جائز ہے:

سوال: عذر کی وجہ سے کسی عضو پر مسح کرنے والے کے پیچھے اعضا کو دھونے والا نماز پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

پڑھ سکتا ہے۔

قال فی التنویر: (وصح اقتداء متوضی) لا ماء معه (بمتیمم)... (وغاسل بما سح) (رد المحتار: ۱/۵۵۰)(۲) **فقط واللّٰه تعالیٰ أعلم**

۱۱/ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۲۶۵)

مروجہ جرابوں پر مسح کرنے والے کی امامت:

سوال: ہماری مسجد میں ایک اہل حدیث مولوی...... صاحب آتے ہیں، نماز پڑھانے کے لیے بعض دفعہ جب

(۱-۲) الدر المختار علی صدر ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۸۸، دار الفکر بیروت، انیس

امام صاحب موجود نہیں ہوتے تو وہ اہل حدیث عالم نماز پڑھا دیتے ہیں، اب بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ موجودہ مروجہ جرابوں پر مسح کرتا ہے اور میں نے خود کئی مرتبہ جرابوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے، کیا شرعی طور پر ان کی امامت صحیح ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

شریعت میں چمڑے کے موزوں پر مسح درست ہے، یا ان جرابوں پر جو چرمی موزوں کے حکم میں ہوں، مروجہ جرابیں موزوں کے حکم میں نہیں آتیں، لہٰذا ان پر مسح درست نہیں، جس امام نے ان پر مسح کیا ہوا ہو، وہ پاؤں کے غسل کا تارک ہے، لہٰذا اس کی اقتدا درست نہیں، پہلے جو نمازیں ایسی حالت میں پڑھ چکے ہوں، ان کا اعادہ کریں۔

''والرابع عشرمن شروط صحة الإقتداء (أ ن لايعلم المقتدى من حال إمامه)المخالف لمذهبه (مفسدًا فی زعم المأموم) يعنی فی مذهب المأموم (كخروج دم)سائل أوقئ يملأ الفم وتيقن أنه (لم يعد بعده وضوأه)،آه.(مراقی الفلاح)

وإذا علم مفسدًا فی صلاة الإمام لايجوزله الإقتداء به إجماعًا،آه.(۱)فقط واللّٰه أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ ہذا۔ (خیر الفتاویٰ:۲/۴۰۳)

پٹی پر مسح کرنے والے کی اقتدا کا حکم:

سوال: اگر کسی شخص کا ہاتھ زخمی ہو اور اس نے اس پر پٹی باندھ رکھی ہو اور وہ وضو کرتے وقت پٹی پر مسح کرتا ہو تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اعذار شرعاً مقبول ہیں، اگر یہ شخص عذر شرعی کی بنا پر پٹی پر مسح کر کے نماز پڑھایا ہوا اور اس زخم سے ازخود پیپ وغیرہ نہ بہتی ہو تو فقہی ذخائر کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا درست ہے اور نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی الهندية:ويجوز اقتداء الغاسل بماسح الخف وبالماسح على الجبيرة وكذا إمامة المفتصد لغيره من الاحجاء إذا كان يأمن خروج الدم.(۲)(فتاویٰ حقانیہ:۳/۱۶۰)

(۱) حاشية الطحطاوی على المراقی،باب الإمامة: ۱/۲۹٤ـ۲۹۵،دارالكتاب،ديوبند، انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية،فصل فی من يصلح إماما لغيره: ۱/۸٤

(قال العلامة حسن بنا عمار:وصح اقتداء غاسل بما سح علی الخف والجبيرةأوخرقة قرحت لايسيل منها شئ (مراقی الفلاح مع طحطاوی،باب الإمامة،ص: ۱٦۱)

بیٹھنے والے کے پیچھے کھڑے ہونے والے کی اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک شخص ہے، وہ اس طریقہ سے نماز کی امامت کراتا ہے کہ امام تو بیٹھا رہتا ہے اور مقتدی کھڑے رہتے ہیں؟

الجواب

کھڑے ہونے والے کی نماز بیٹھنے والے کے پیچھے درست ہے، (۱) جیسا کہ درمختار میں ہے:

وقائم بقاعد يركع و يسجد ؛لأنه صلى الله عليه وسلم صلىٰ آخر صلاته قاعداً وهم قيام وأبوبكر يبلغهم. (۲)

پس اگر امام معذور ہے کہ کھڑا نہیں ہوسکتا تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھانا درست ہے اور اس کے پیچھے کھڑے ہونے والوں کی نماز درست وصحیح ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۱۵/۳-۲۱۶)

اقتداء قائم بقاعد یرکع ویسجد:

سوال: امام صاحب معذور آدمی ہیں، کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھا سکتے، بیمار ہیں، باوجود دوسرے آدمی کے ہوتے ہوئے جو نماز پڑھانے کے قابل ہے، پھر بھی مصلیٰ نہیں چھوڑتے، امام صاحب خود ہی نماز پڑھاتے ہیں، آیا نماز ہوجاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

بہتر یہ ہے کہ جو قیام ورکوع اور سجود پر قادر ہو وہ نماز پڑھائے۔

(قوله: وصح إقتداء قائم بقاعد) أي يركع ويسجد وهٰذا عندهما خلافاً لمحمد، وقوله: أحوط كمافي البرهان وغيره والدلائل مستوفاة في المطولات، آه. (حاشية الطحطاوى: ١٦١) (۳) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان، ۲۱/۱۰/۱۴۰۷ھ۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۵۸/۲)

---

(۱) عن عائشة رضي اللّٰه عنها: أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليه ناس يعودونه في مرضه فصلى بهم جالسا فجلوا يصلون قياما فأشار إليهم: إجلسوا، فلما فرغ قال: إن الإمام ليؤتم به فإذا ركع فاركعوا وإذا رفع فارفعوا وإن صلى جالسا فصلوا جلوسا. قال أبوعبد الله: قال الحميدى: هذا الحديث منسوخ لأن النبي صلى الله عليه وسلم آخر ما صلىٰ صلىٰ قاعداً والناس خلفه قيام. (صحيح البخارى، باب إذا عاد مريضاً فحضرت الصلوٰة فصلىٰ بهم الجماعة: ٨٤٥/٢، رقم الحديث: ٥٧٢٠، مكتبة أشرفية ديوبند، انيس)

(۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ٥٢٥/١، ظفير

(۳) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز نہیں ہوتی:

سوال: اگرایک امام دوجگہ؛ یعنی دوشہروں میں نماز پڑھاوے تو درست ہے، یانہیں؟

الجواب

دوسری جگہ اس امام نے جونماز پڑھائی وہ نماز نہیں ہوئی؛ کیوں کہ اگر اول نماز قاعدہ شرعیہ کے موافق ہوتی ہے تو دوبارہ جونماز اس نے پڑھی وہ نفل ہے اور متنفل کے پیچھے فرض اور واجب درست نہیں ہے، پس جن لوگوں نے دوسری دفعہ اس کے پیچھے نماز پڑھی، ان لوگوں کی نماز نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۱۴)

متنفل کے پیچھے مفترض کی نماز:

سوال: اگرامام نفل پڑھتا ہو اور مقتدی فرض اگر اس کے پیچھے پڑھ لے تو مقتدی کے فرض ہوں گے، یانہیں؟

الجواب

اس صورت میں مقتدی کے فرض نہیں ہوں گے۔

درمختار میں ہے: **واتحاد مکانهما وصلاتهما.** (۱)

ولامفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخرلأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۲۱)

اداءِ فرض کے بعد امامت کرنا:

سوال: اگرایک شخص اپنی فرض، یاواجب نماز ادا کرنے کے بعد دوسری مسجد میں جاکر اسی ادا کردہ نماز کے لیے امام بن جاتا ہے تو اس کے پیچھے دوسرے لوگوں کی فرض، یاواجب نماز ادا ہوجائے گی؟

الجواب

نہیں۔ عالمگیریہ میں ہے:

الأصل فی هٰذه المسائل أن حال الإمام إن کان مثل حال المقتدی أوفوقه جازصلاة الکل وإن کان دون حال المقتدی صحت صلاة الإمام ولایصح صلاة المقتدی، هٰکذا فی المحیط، إنتهٰی. (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۴)

---

(۱) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۱

(۲) الدرالمختار علٰی هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۲، ظفیر

(۳) الفصل الثالث فی بیان من یصلح إماماً لغیره، انیس

فرض پڑھ چکنے کے بعد پھر فرض کی امامت:

سوال: زید نماز ظہر کے وقت مسجد میں داخل ہوا، وضو کرنے کے بعد سنتوں سے قبل ایک شخص کو فرض پڑھتے دیکھ کر سنتوں کی نیت کر کے فرض میں شریک ہو گیا، چنانچہ سنتوں کو ختم کر کے دیگر اشخاص کا انتظار کیا، مگر کوئی نہیں آیا تو تنہا فرض اور آخر کی سنتیں پڑھ لیں، نماز ختم کرنے کے بعد دو مصلی اور آ گئے اور جماعت مع اقامت کرنا چاہا، زید بھی ان کا شریک ہوا اور اقامت زید نے کہی اور فرض ظہر کی نیت کر کے نماز پڑھی، زید کہتا ہے کہ تنہا پڑھی ہوئی نماز کو نفل سمجھنا اختیاری ہے اور فرض کی آخری دو رکعت خالی پڑھی جاتی ہیں اور نفلوں کی آخری دو رکعت میں بھی قرأت مع فاتحہ واجب ہے؛ اس لیے اگر نفل کی نیت کی جائے تو نفل ناقص رہتی ہیں اور اپنی پہلی نفل کے متعلق بھی یہی کہتا ہے کہ وہ ناقص رہی، مگر دوسرے کو جماعت کا ثواب اور خود کو جماعت کا ثواب جو نقص نفل سے بہت زیادہ ہے، صرف پہلی صورت میں ہوا ہے اور اگر بالفرض آخری جماعت میں فرض کا ثواب نہ ہوا تو نفلوں کا ثواب تو ضرور ہوگا، چونکہ یہ اختلافی مسئلہ ہے؛ اس لیے فرض ہی کی نیت کرنی چاہیے اور تنہا پڑھے ہوئے فرض کو نفل سمجھ لینا چاہیے۔

(۱) پہلی سنتیں کامل ہوئیں، یا ناقص؟ کیوں کہ امام نے قرأت مع فاتحہ صرف پہلی دو میں پڑھی۔

(۲) تنہا فرض پڑھنے کے بعد جماعت سے فرض پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟ اگر فرض نہ ہوں تو نفل کا ثواب ہوگا، یا نہیں؟

(۳) مکرر فرض کی نیت سے پڑھنے میں اختلاف ہے، یا نہیں؟

(۴) نفل کی تمام رکعتوں میں قرأت مع فاتحہ واجب ہے، یا کیا؟ اگر واجب ہے تو پھر مقتدی نفل والے کی نماز ناقص رہے گی، یا نہیں؟

الجواب

(۱) وہ نفلیں ہوئیں، سنتیں ظہر کی نہیں ہوئیں۔(۱)

(۲) تنہا فرض پڑھ کر پھر امام فرض پڑھنے والوں کا نہیں ہوسکتا، البتہ اگر جماعت فرض ہو تو نفل کی نیت سے اقتدا امام کر سکتا ہے۔(۲)

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب سجود السهو: ۱/ ۷۰۱، ظفیر

(۲) ولا مفترض بمتنفل. (الدر المختار)

وإذا أتمها يدخل مع القوم والذی يصلی مهم نافلة. (الهداية: ۱/۱۳۵، ظفیر)(باب الإمامة، انیس)

(۳)　مکرر فرض نہیں ہوتے، جو پہلے فرض پڑھے، وہ فرض ہو گئے، بعد میں اگر پڑھے گا تو نفل ہوگی۔(۱)

(۴)　نفل جب تنہا پڑھے تو تمام رکعات میں قرأت فرض ہے اور اگر کسی مفترض کے پیچھے نیت نفل سے شریک ہو تو وہ نفل صحیح ہے، ناقص نہ ہوگی۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۰۶/۳-۱۰۸)

عشا کی فرض نماز پڑھنے کے بعد پھر اسی نماز فرض کی امامت کرسکتا ہے، یا نہیں:

سوال:　زید نے ایک مسجد میں امام کے پیچھے فرض عشا پڑھی، بعد میں دوسری مسجد میں امام ہوکر دوبارہ فرض عشا پڑھائے تو یہ دوبارہ جو فرض پڑھائے، یہ فرض ہیں، یا نفل؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

زید کی فرض نماز پہلے ہوگئی تھی، دوبارہ جو پڑھی گئی، وہ نفل ہوئی، اس کے پیچھے لوگوں کے فرض ادا نہیں ہوئے۔(۳)
فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۱۲۹/۳)

تراویح پڑھنے والے کے پیچھے فرض والے کی نماز درست نہیں:

سوال (۱) زید کا دعویٰ ہے کہ نماز تراویح ہورہی ہے، بکر جو پیچھے سے پہنچا ہے، نماز فرض عشا علاحدہ نہ پڑھے؛ بلکہ امام کے پیچھے کہ جس حالت میں امام ہے، خود بکر نیت نماز فرض عشا کرکے جماعت میں شامل ہوجائے، بکر کے فرض ہوجائیں گے؟

عصر پڑھنے والے کی اقتدا ظہر پڑھنے والا نہیں کرسکتا:

(۲)　زید کا دعویٰ ہے کہ نماز عصر کی جماعت ہورہی ہے، بکر جس نے ظہر اس روز کی ابھی تک ادا نہیں کی، بعد میں آیا ہے، امام کے ساتھ نماز ظہر کی نیت کرکے شامل ہوجائے، اس کی ظہر ہوجائے گی، عصر بعد میں ادا کرے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

(۱)　زید کا دعویٰ غلط ہے، تراویح پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا نہ ہوگی۔(۴)

---

(۱)　وإذا أتمها يدخل مع القوم والذي يصلي معهم نافلة؛لأن الفرض لا يتكرر في وقت واحد.(الهداية،باب إدراك الفريضة: ۱۳۵/۱، ظفير)

(۲)　والقرءاة واجبة في جميع ركعات النفل.(الهداية،باب النوافل،فصل في القراءة: ۱۳۱/۱،ظفير)

(۳)　لامفترض بمتنفل وبمفترض فرضاً آخر؛لأن اتحاد الصلاتين شرط عندنا.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۴۲/۱، ظفير)

(۴)　ولايصح اقتداء،إلخ،ولامفترض بمتنفل.(الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۵۴۲/۱، ظفير)

(۲)　یہ دعویٰ بھی زید کا غلط ہے، عصر پڑھنے والے کے پیچھے ظہر کی نماز ادا نہ ہوگی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۲۱۳)

فرض اکیلے ادا کرنے والا کیا جماعت کے ثواب کے لیے امامت کرسکتا ہے:

سوال:　ایک آدمی جس نے فرض نماز پڑھ لی ہو، کیا وہ بعد میں آنے والے دوسرے آدمی کے ساتھ باجماعت نماز پڑھنے کی خاطر امامت کرسکتا ہے؟

الجواب

جو شخص نماز فرض ادا کرچکا ہو، وہ اس نماز میں کسی دوسرے کا امام نہیں بن سکتا۔(۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۴۴۳)

عید کی دوبارہ امامت:

سوال:　ایک امام مسجد نے عیدالفطر کی نماز پڑھا کر دوبارہ عورتوں کو عید کی نماز پڑھائی، شرعاً اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

جو امام نماز عید کی ایک دفعہ پڑھا چکا، پھر دوبارہ وہ نماز عید نہیں پڑھا سکتا، دوبارہ جو وہ نماز پڑھاوے گا، وہ نفل ہے، (۳) اور نفل کی جماعت مکروہ ہے، (۴) لہٰذا وہ نماز مکروہ ہوئی اور تنہا عورتوں کو بھی نماز پڑھانا مکروہ ہے، کذا فی الدرالمختار۔(۵) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۱۳۷-۱۳۸)

(۱)　ولایصح اقتداء، الخ، ولامفترض ...بمفترض فرضاً آخر؛لأن اتحاد الصلاتین شرط عندنا.(الدر المختار علٰی هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ۱/ ٥٤٢، ظفیر)

(۲)　لأن الفرض لا یتکرر.(ردالمحتار: ٢/ ٦٤)(واجبات الصلاة: ١/ ٤٥٧، وکذا فی باب قضاء الفوائت: ٢/ ٦٤، دارالفکر بیروت،انیس)

ولایصلی المفترض خلف المتنفل،لأن الاقتداء بناء ووصف الفرضیة معدوم فی حق الإمام فلا یتحقق البناء علی المعدوم.(الهدایة: ١/ ١٢٧،باب الإمامة)

(۳)　ولامفترض بمتنفل و بمفترض فرضاً آخر؛لأن اتحاد الصلا تین شرط عندنا.(الدرالمختارعلٰی هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ١/ ٥٤٢، ظفیر)

(۴)　ولا التطوع بجماعة خارج رمضان أی یکره علٰی سبیل التداعی بأن یقتدی أربعة بواحد.(الدرالمختار، باب الوتر والنوافل: ١/ ٦٦٣،ظفیر)

ولا یصلی التطوع بجماعة إلا قیام رمضان وعن شمس الأئمة الکردری أن التطوع بالجماعة إنما یکره إذا کان علی سبیل التداعی أما لو اقتدی واحد بواحد لا یکره وإذا اقتدی ثلاثة بواحد اختلف فیه وإن اقتدی أربعة بواحد کره اتفاقا،کذا فی الکافی.(دررالحکام شرح غرر الأحکام،باب إدراک الفریضة: ١/ ١٢٠،دارإحیاء الکتب العربیة،انیس)

(۵)　ویکره تحریماً جماعة النساء ولوفی التراویح.(الدرالمختار،باب الإمامة: ١/ ٥٢٨،ظفیر)

فصل مانع اقتدا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ احاطہ عیدگاہ کے اندر اور احاطۂ عیدگاہ کے باہر صفوں میں کتنا فاصلہ مانع اقتدا نہیں؟ احاطۂ عیدگاہ کے باہر ہر چہار طرف سڑکیں ہیں، لوگ سڑکوں کو چھوڑ کر کہیں ۱۵؍فٹ لغایت ۲۵؍فٹ تک کے فاصلہ پر صف بندی کرتے ہیں، ایسی صورت میں ان لوگوں کی نماز ہوئی؟ اگر نماز نہیں ہوئی تو صحیح صف بندی کا طریقہ کیا ہے؟ احاطہ کے اندر اور احاطہ کے باہر صحیح تفصیل سے ارسال کیجئے؛ تاکہ چھپوا کر عام لوگوں کی معلومات کے لیے تقسیم کیا جائے؟ بینوا وتوجروا۔

الجوب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

احاطۂ عیدگاہ کے اندر صفوں کے درمیان فاصلہ صحت اقتدا سے مانع نہیں، خواہ کتنا ہی زیادہ ہو؛ مگر بلاضرورت درمیان میں چھوڑنا مکروہ تحریمی ہے، مع ہذا نماز صحیح ہو جائے گی، البتہ عیدگاہ میں کوئی نالہ ہو تو وہ اقتدا سے مانع ہوگا، جس کی تفصیل عیدگاہ سے باہر صف بندی کے بیان میں آرہی ہے۔

احاطۂ عیدگاہ سے باہر صحت اقتدا کے لیے یہ شرط ہے کہ موضع سجود سے بقدر دو صف (تقریباً ۲٫۵؍میٹر) جگہ خالی نہ ہو اور اتنا بڑا عام راستہ درمیان میں نہ ہو، جس پر بیل گاڑی، یا سامان سے لدا ہوا گدھا گزر سکتا ہو اور خالی اونٹ کی گذرگاہ کے برابر چوڑا کوئی نالہ بھی نہ ہو، اگر درمیان میں دو صف کی جگہ خالی رہی، یا نالہ سڑک واقع ہوئی اور اسے پر نہ کیا گیا تو اس سے پیچھے کھڑی ہونے والی صفوں کی اقتدا صحیح نہ ہوگی، لہٰذا ان کی نماز عید درست نہ ہوگی۔

قال العلاء رحمة اللّٰه تعالٰی فی موانع الاقتداء: أوطريق تجری فيه عجلة آلة يجرها الثور أونهر تجری فيه السفن ولوزورقا ولوفی المسجد أوخلاء: أی قضاء فی الصحراء وفی مسجد كبير جدًا كمسجد القدس يسع صفين فأكثر إلاإذا اتصلت الصفوف فيصح مطلقاً.

وفی الشامية:(قوله أوطريق)أی نافذ أبوالسعود عن شيخه،ط، قلت:ويفهم ذلک من التعبيرعنه فی عدة كتب بالطريق العام وفی التاتارخانية: الطريق فی مسجد الرباط والخان لايمنع؛لأنه ليس بطريق عام (قوله تجری فيه عجلة)أی تمروبه عبرفی بعض النسخ والعجلة بفتحتين وفی الدرر:هوالذی تجری فيه العجلة والأوقار،آه، وهوجمع وقر بالقاف، قال فی المغرب: وأكثراستعماله فی حمل البغل أوالحمار كالوسق فی حمل البعير...(قوله ولوزورقا)بتقديم الزاء السفينة الصغيرة،كما فی القاموس وفی الملتقط:إذاكان كاضيق الطريق يمنع وإن بحيث لايكون طريق مثله لايمنع سواء كان فيه ماء أو لاوقال أبويوسف رحمه اللّٰه تعالٰی: النهرالذی يمشی فی بطنه جمل وفيه ماء يمنع وإن كان يابسًا واتصلت به الصفوف

جاز،آہ،إسمعیل (قوله:ولوفی المسجد)صرح به فی الدرر والخانية و غيرهما...(قوله:أوفی مسجد كبير جداً،إلخ)قال فی الإمداد: والفاصل فی مصلی العيد لايمنع وإن كثر واختلف فی المتخذ لصلاة الجنازة، وفی النوازل:جعله كالمسجد والمسجد وإن كبر لايمنع الفاصل إلا فی الجامع القديم بخوارزم فإن ربعه كان علىٰ أربعة آلاف أسطوانة وجامع القدس الشريف أعنی ما يشتمل علی المساجد الثلاثة الأقصیٰ والصخرة والبيضاء،كذا فی البزازية و مثله فی شرح المنية.(ردالمحتار: ۵٤/۱)(۱) فقط واللّٰه أعلم

۳/ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ:۳/۳۰۶-۳۰۷)

ایئر کنڈیشنڈ مسجد اور امام کی اقتدا:

سوال: اگر مسجد میں ایئر کنڈیشنڈ نصب کر دیا جائے اور مسجد کی صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ جب مسجد بھر جاتی ہے تو لوگ برآمدے میں نماز ادا کرتے ہیں اور ایئر کنڈیشنر کے لیے ضروری ہے کہ مسجد کے دروازے بند رکھے جائیں، نیز اگر یہ صورت حال ہو کہ مسجد کے دروازے شیشے کے رکھے جائیں، جس سے اندر کے نمازی دکھائی دیں تو کیسا رہے گا؟

الجواب

اگر دروازے بند ہوں؛ لیکن باہر والوں کو امام کے انتقالات کا علم ہوتا رہے تو اقتدا درست ہے،اسی طرح اگر دروازے شیشے کے لگا دیئے جائیں تو بھی اقتدا درست ہے، جب امام کی تکبیرات کی آواز مقتدیوں تک پہنچ سکے۔(۲)

(آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۳۵)

معذور شخص کا گھر بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر پر امام کی اقتدا کرنا:

سوال: میں ایک معذور شخص ہوں، جمعہ کی نماز کے لیے مسجد نہیں جا سکتا، مسجد میرے گھر سے بہت قریب ہے، لاؤڈ اسپیکر سے خطبہ اور پوری نماز سنائی دیتی ہے۔کیا میں گھر میں بیٹھ کر لاؤڈ اسپیکر سے نماز جمعہ ادا کر سکتا ہوں؟

الجواب

اقتدا کے لیے صرف امام کی آواز پہنچنا کافی نہیں؛ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ صفیں وہاں تک پہنچتی ہوں،اگر درمیان

(۱) باب الإمامة: ۳۳۱/۲-۳۳۲،مكتبة زكريا ديوبند،انيس

(۲) وإن كان الباب مسدوداً أوالكوة صغيرة لايمكن النفوذ منها أومشبكة فإن كان لا يشتبه عليه حال الإمام برؤية أو سماع لا يمنع علىٰ ما اختاره شمس الأئمة الحلوانی، قال فی المحيط:وهوالصحيح وكذا اختاره قاضی خان وغيره.(الحلبی الكبير،ص:۵۲٤)

میں کوئی نہر یا سڑک پڑتی ہو تو اقتدا صحیح نہیں؛(۱) اس لیے آپ کا گھر بیٹھے جمعہ کی نماز میں شریک ہونا صحیح نہیں، اگر آپ عذر کی وجہ سے مسجد نہیں جاسکتے تو گھر پر ظہر کی نماز پڑھا کیجئے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل:۳/۴۸۲)

صحت اقتدا کے لیے علم بانتقالات امام شرط ہے، رؤیت نہیں:

سوال: میرے سابق محلّہ کی مسجد جناب نے دیکھی ہے، اس کی سطح مستوی ہے اور جمعہ کے دن کثرت مصلیان کی وجہ سے وہاں کچھ نمازی کھڑے ہوجاتے ہیں؛ مگر مسجد کی چھت میں کوئی روشندان {جیسا کہ دومنزلہ مساجد میں اکثر معمول ہے} نہیں ہے، بکر کی آواز؛ بلکہ خود امام کی قرأت وتکبیر کی بھی آواز جاتی ہے؛ مگر امام کے حرکات وسکنات کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا، ایسی صورت میں اوپر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی نماز ہوجاوے گی، یا نہیں؟ اور دوسرے مکانات کی چھتوں پر بھی لوگ کھڑے ہوجاتے ہیں، جو محض مکبر کی تکبیر پر رکوع وسجدہ میں جاتے ہیں، اس میں اور اس میں کیا فرق ہے اور چوں کہ یہ واقعہ ہے؛ اس لیے اس کے جواب کے قبل از جمعہ ضرورت ہے؛ تاکہ نماز صحیح نہ ہو تو روک دیا جائے، روایات کی چنداں ضرورت نہیں، محققانہ قول فیصل مفتی بہ درکار ہے۔

الجواب

صحت اقتدا کے لیے علم بانتقالات امام شرط ہے، رؤیت ضروری نہیں، پس سقف مسجد پر نماز پڑھنے والوں کی نماز درست ہے، گو امام کو دیکھتے نہ ہوں۔

قال في الدر: وعلمه بانتقالات، إلخ، قال الشامي: أي بسماع أو روية للإمام أو لبعض المقتدين، رحمتي، وإن لم يتحد المكان، ط، آه. (۵۷۵/۱)(۲)

۱۸/رمضان ۱۳۴۲ھ (امداد الاحکام:۱۴۱/۲)

صحت اقتدا کے لیے علم بحال وانتقالات امام شرط ہے، سماع صوت ضروری نہیں:

سوال: دومنزلہ مسجد میں اگر اوپر کے درجہ پر امام مع مقتدیں ہو اور نیچے بھی مقتدیں ہوں، یا بالعکس ہو تو علی الاطلاق سب کی نماز درست ہے، یا اس کے متعلق کچھ شرائط ہیں؟ مثلا امام کی آواز سب کو پہونچنا ضروری ہے، یا نہیں؟ اگر امام کی آواز نہ پہونچے تو مکبر کی تکبیر کافی ہے، یا نہیں؟

---

(۱) المانع من الاقتداء ثلاثة أشياء (منها) طريق عام يمر فيه العجلة و الأوقار... ومنها نهر عظيم... إلخ. (الفتاویٰ الهندية: ۸۷/۱، الباب الخامس في الإمامة، الفصل الرابع)

(۲) باب صفة الصلاة، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

علم بحال الامام وبانتقالات شرط ہے، خواہ سماع صوت امام سے ہو، یا سماع صوت مکبر سے اور ایک شرط یہ ہے کہ امام سے تقدم نہ ہو، اگر کوئی متقدم ہو گیا، اس کی نماز درست نہ ہوگی۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۵۴-۱۵۵)

امام اور ایک مقتدی نے نماز شروع کی تو بعد میں دوسرا مقتدی آ گیا، اب کیا کریں:

سوال: کسی مسجد میں امام صاحب کے علاوہ صرف ایک ہی مقتدی ہے، امام صاحب اور مقتدی دونوں ساتھ کھڑے ہو کر جماعت کرتے ہیں، اسی اثنا میں دوسرا آدمی بھی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے، اب پیش امام صاحب آگے مصلے پر جائیں گے، یا مقتدی پیچھے ہٹ جائیں گے، امام وہیں کھڑے رہیں گے، جبکہ امام صاحب دوسرے آدمی کے آنے کی آہٹ بھی سنتے ہیں اور وہ زور سے اللہ اکبر کہہ کر جماعت میں شامل ہوتے ہیں، امام اور مقتدی دونوں وہیں کھڑے ہوتے ہیں، آنے والا شخص امام کا پیچھا چھوڑ کر دوسری جانب کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے، کیا یہ نماز ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

نماز تو ہوگئی؛ لیکن بہتر ہوتا کہ پہلا مقتدی بھی پیچھے ہٹ جاتا اور دونوں امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے۔(۱)

(آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۸۲-۴۸۳)

ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ٹیلیویژن اور ٹیلیفون کے ذریعہ اقتدا اور آیت سجدہ سے سجدہ کا وجوب:

سوال: بذریعہ ٹیلیفون، ٹیلیویژن، ٹیپ ریکارڈ اور ریڈیو کے ذریعہ اقتدا کرنا صحیح ہوگا؟

(عبدالقیوم میرٹھی (متعلم دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ٹیپ ریکارڈ، گراموفون وغیرہ جن میں متکلم کی آواز بعینہ نہیں آتی؛ بلکہ متکلم کی آواز کی نقل آتی ہے، صدائے بازگشت کی طرح تو ان سے آیت سجدہ سننے کی بنا پر نہ سجدہ تلاوت واجب ہوگا اور نہ ہی ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہوگا۔(۲)

---

(۱) وإذا كان معه إثنان قاما خلفه. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۸۸) (الباب الخامس في الإمامة، الفصل الخامس في بيان مقام الإمام و المأموم، انيس)

(۲) ويؤيده قوله ولا تجب إذا سمعها من طير هو المختار وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه، كذا في الخلاصة. (الفتاوىٰ الهندية: ۱/۶۸) (الفصل الأول في فرائض الصلاة، انيس)

لا تجب بسماعه من الصدى و الطير. (الدر المختار على رد المحتار: ۱/۵۱۷، باب سجود التلاوة)

اور جب سجدۂ تلاوت بھی واجب نہیں ہوگا تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا بدرجۂ اولیٰ درست نہیں ہوگا۔ (مرتب)

البتہ ٹیلیفون میں متکلم کی آواز بعینہٖ آسکتی ہے، مثلاً ایسا ٹیلیفون ہو کہ جس میں بولنے والے کی صورت بھی نظر آتی ہو اور وہ بولتا ہوا نظر آتا ہو تو اس کی آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدۂ تلاوت کرنا ضروری ہو جائے گا۔

اسی طرح اس آلہ کے توسط سے بھی یقین ہو کہ یہ آواز بولنے والے کی آواز ہی ہے، جب بھی سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جائے گا، ورنہ واجب نہ رہے گا۔

رہ گیا ریڈیو، اس میں اکثر بیان کرنے والے کی تقریر وآواز ٹیپ کر لی جاتی ہے اور پھر اسی کو نشر کرایا جاتا ہے، پس اگر ایسا ہونے کا ظن غالب ہو تو اس کی آواز پر سجدۂ تلاوت کرنا لازم نہ رہے گا۔

ہاں جب بولنے والا بغیر ان وسائل کے خود بول رہا ہے اور آیت سجدہ کی تلاوت کرے تو اس کی آیت سجدہ کی تلاوت کرنے پر سجدۂ تلاوت واجب ہو جائے گا۔

"یجب بسبب تلاوة آية(إلى قوله)بشرط سماعها فالسبب التلاوة وإن لم يوجد السماع، كتلاوة الأصم، والسماع شرط في حق غير التالى أوبشرط الائتمام أي الاقتداء بمن تلاها فإنه سبب لوجوبها أيضاً". (۱)

اور ریڈیو میں متکلم کی بعینہٖ آواز اور ٹیپ کی آواز میں موقعہ استعمال کا فرق مدلل طور پر ہو جاتا ہے، اسی کے اعتبار سے عمل کرے اور یہی تفصیل وتدقیق ٹیلی ویژن سے آواز سنائی دینے میں ہے اور اسی تفصیل کے مطابق تحقیق کر کے عمل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ ۲۷۷-۲۷۸)

کیا ٹیلی ویژن پر اقتدا جائز ہے:

سوال: جناب بعض اوقات ٹیلی ویژن پر براہ راست حرم پاک خانہ کعبہ سے باجماعت نماز دکھائی جاتی ہے، اگر بندہ ٹیلی ویژن کو دوسرے کمرے میں رکھ کر اس کی آواز تیز رکھے اور ٹیلی ویژن کے امام کے ساتھ نماز پڑھے تو یہ نماز صحیح ہوگی یا پھر بغیر ٹیلی ویژن کے پڑھے،

الجواب

جو طریقہ آپ نے لکھا ہے، اس سے امام کی اقتدا صحیح نہیں ہوگی، نہ آپ کی نماز ہوگی۔ (۲) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۴۸۲)

(۱) الدرالمختارمع الشامي: ۱/۵۱٤،باب سجود التلاوة

(۲) السابع في المانع من الاقتداء يشترط لصحة الاقتداء اتحاد مكان الإمام والمأموم حكماً،إلخ. (الحلبي الكبير،ص: ۵۲۳)

آہستہ آواز والے امام کی اقتدا:

سوال: کیا ہمیں ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کرنی چاہیے، جس کی آواز ہم تک پہنچ تو رہی ہو؛ لیکن یہ سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ وہ کیا پڑھ رہے ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

امام کی آواز پہنچے، یا نہ پہنچے، اقتدا صحیح ہے اور ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں آتی۔(۱) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۴۵۸/۳)

امام کا اوپر کی منزل میں کھڑا ہونا:

سوال: ایک مسجد تین منزلہ ہے، بیچ کی منزل میں امام کھڑا ہوتا ہے تو نیچے میں اور اوپر کی منزل میں مقتدی رہتے ہیں تو کیا نیچے کی منزل کے مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی، یا نہیں؟ طریقہ مذکورہ پر نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجوب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اقتدا صحیح ہو جائے گی؛ مگر امام کو نچلی منزل میں کھڑا ہونا چاہیے، بالائی منزل پر بلا ضرورت کھڑا نہ ہو، مسجد کی اصل وضع اور امت کے متوارث تعامل کے خلاف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱/ رمضان المبارک ۱۳۸۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۸۶/۳)

صحت اقتدا کے لیے اتحاد مکان ضروری ہے:

سوال: ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جاتی ہے، مسجد کے شمالی جانب ایک گلی ہے اور مسجد کے کمرہ کے محاذ میں شمالی گلی کے شمالی جانب ایک وسیع محلّہ کا ایک صحن متصل ہے، اس صحن میں عورتوں کی جمعہ کی اقتدا جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورتِ مسئولہ میں عورتوں کی اقتدا اس مکان میں درست نہیں، عدمِ اتحاد مکان کی وجہ سے۔

قال ابن عابدين: "فقد تحرر بما تقرر أن اختلاف المكان مانع من صحة الإقتداء ولو بلا إشتباه وأنه عند الإشتباه لايصح الإقتداء وإن اتحد المكان" اه. (ردالمحتار: ۵۵۰/۱)(۲) **فقط والله أعلم**

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ، مفتی خیر المدارس ملتان، ۲۲/۱۰/۱۴۱۰ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔ (خیر الفتاویٰ: ۳۹۱/۲-۳۹۲)

---

(۱) والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية ولو من باب مشبك يمنع الوصول فى الأصح. وفى الشامية قوله: (بسماع) أى من الإمام أو المكبر، تتارخانية. قوله. أرؤية ينبغى أن تكون الرؤية كالسماع، لافرق فيها بين أن يرى إنتقالات الإمام أو أحد المقتدين. (ردالمحتار: ۵۸٦/۱) (كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب الإمامة، انيس

عورتیں امام مسجد کی اقتدا نزدیک کے مکان میں کرسکتی ہیں:

سوال: مستورات، جو مسجد کے نزدیک مکان ہو، اس میں کھڑے ہوکر نمازِ جمعہ وعیدین، امام کی تکبیر پر ادا کرسکتی ہیں، یا نہیں؟

الجواب

کرسکتی ہیں۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۰۷)

امام اگر سائبان کے نیچے کھڑا ہو اور مقتدی پیچھے تو کیا حکم ہے:

سوال: ہماری مسجد میں صحن میں سائبان پڑا ہوا ہے، اس کے بعد صحن شروع ہوجاتا ہے، امام صاحب سائبان کے نیچے کھڑے ہوتے ہیں۔

اب دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس طرح نماز ادا کرنا صحیح ہے، یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ایک صف امام کے ساتھ سائبان کے نیچے ہونا ضروری ہے، اگر ایسا نہیں ہوا تو نماز نہیں ہوگی، اگر ہوگی تو مکروہ ہوگی؟

الجواب

صورت مسئولہ میں نماز درست ہے، اوراس میں کوئی کراہت بھی منقول نہیں ملی، البتہ احتیاط اس میں ہے کہ امام سائبان سے ذرا پیچھے کھڑا ہوجائے، اس طرح کہ اس کے قدم سائبان سے باہر ہوں، سجدہ خواہ سائبان کے نیچے ہوجائے، أخذا مما فی الدر المختار: **وقیام الإمام فی المحراب لاسجوده فیه، (۲) أیکره ذلک. واللّٰہ أعلم**

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ، ۲۹/۹/۱۳۹۷ھ۔ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۱۰، ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۴۴۵)

امام دالان میں ہو اور مقتدی صحن میں تو کیا یہ مکروہ ہے:

سوال: زید کہتا ہے کہ اگر امام پہلی چھت کے دروں میں محراب کی محاذ میں کھڑا ہو اور مقتدیان صحن میں کھڑے ہوں تو نماز مکروہ ہوگی؛ کیوں کہ امام اور ماموم کا مقام واحد ہونا چاہیے اور یہاں شتوی صیفی کا فرق ہے، بکر کہتا ہے کہ بلا کراہت

(۱) والحائل لایمنع الاقتداء إن لم یشتبه حال إمامه بسماع أو رؤیة متصل ولو من بشبک یمنع الوصول ولم یختلف المکان حقیقة کمسجد وبیت فی الأصح، إلخ، ولو اقتدیٰ من سطح داره المتصلة بالمسجد لم یجز، إلخ، لکن تعقبه الشرنبلالیة ونقل عن البرهان وغیره أن الصحیح اعتبار الإشتباه فقط. (الدر المختار)

أی ولاعبرة باختلاف المکان إلخ و الذی یصحح هذا الاختیار ماروینا أن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم کان یصلی فی حجرة عائشة رضی اللّٰه عنها و الناس یصلون بصلاته، إلخ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸-۵۵۰، ظفیر)

(۲) الدر المختار: ۱/۶۴۵، طبع ایچ ایم سعید (کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، انیس)

درست ہے؛ کیوں کہ صحن مسجد عین مسجد ہے، شتوی وصیفی **کبقعة واحدة** ہے اور عبارت درمختار کا مفہوم بھی یہی ہے۔

ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد. (۱)

اورعبارت عالمگیری سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے:

وإنما قام على الجدار الذى بين داره وبين المسجد ولايشتبه حال الإمام صح الاقتداء أيضاً ... جاز الاقتداء لمن فى بيته بإمام المسجد. (۲)

پس شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب

شامی جلد اول، باب الامامۃ میں ہے:

والأصح ماروى عن أبى حنيفة رحمه الله أنه قال: أكره أن يقوم بين الساريتين، إلخ. (۳)

پس اگر امام در میں اس طرح کھڑا ہو کہ قدم بھی اندر ہوں اور مقتدیان فرش پر ہوں تو یہ مکروہ ہے، جیسا کہ محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے اور اگر قدم باہر فرش پر ہوں تو کراہت مرتفع ہے اور یہ صحیح ہے کہ مسجد مسقّف اور غیر مسقّف؛ یعنی فرش مسجد یہ سب مسجد ہے اور امام اگر محاذی محراب فرش غیر مسقّف میں کھڑا ہو اور مقتدی بھی فرش پر کھڑے ہوں تو اس میں کچھ کراہت نہیں ہے، **كما هو معمول الأئمة فى الصيف.**

پس امام کے در بیرونی میں کھڑے ہونے میں کراہت اس وقت ہے کہ امام بالکل در کے اندر ہو تو اس حالت میں وہ در بحکم محراب ہوگا اور محراب کے اندر کھڑا ہونا امام کا مکروہ ہے، اگرچہ اشتباہ نہ ہو؛ کیوں کہ اس میں تشبہ باہل الکتاب ہے اور یہ دوسری علت ہے کراہت کی اور اس علت کی بنا پر اشتباہ وعدم اشتباہ حال امام مساوی ہے۔ (۴) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۶۳-۳۶۴)

گھر پر رہ کر امام کی اقتدا کرنا:

سوال: ایک شخص مسجد کے قریب والی بلڈنگ میں رہتا ہے، بہت ہی معذور ہے، مسجد میں آنے کی طاقت نہیں

(۱) الدر المختار مع ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۳۳۳، انیس

(۲) الفتاوىٰ الهندية، الفصل الرابع فى بيان ما لايمنع صحة الاقتداء ومالايمنع: ۱/۸۸، انیس

(۳) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فى كراهة قيام الإمام فى غير المحراب: ۱/۵۳۱، ظفير

(۴) وكره، إلخ، قيام الإمام فى المحراب لاسجوده فيه وقدماه خارجه؛ لأن العبرة للقدم مطلقاً وإن لم يشتبه حال الإمام إن علل بالتشبه وإن بالإشتباه فلا اشتباه فى نفى الكراهة. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ۱/۶۴۵، دار الفكر بيروت، ظفير)

ہے، تنہا گھر میں نماز پڑھتا ہے، مگر وہ چاہتا ہے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھوں، امام کی آواز گھر تک پہنچتی ہے، کیا وہ آواز پر نماز پڑھ سکتا ہے؟ امام کی اتباع کرسکتا ہے؟ مسجد میں اسپیکر ہے کہ اس کی آواز پر اگر کوئی معذور نماز امام کی اتباع میں پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

صورتِ مسئولہ میں اگر مسجد سے لے کر آدمی کے گھر تک صفوف کا اتصال ہے تو اقتدا درست ہوگی۔

ولم يختلف المكان حقيقة كمسجد وبيت في الأصح،قنية،ولاحكماً عند اتصال الصفوف ولو اقتدى من سطح داره المتصله بالمسجد لم يجز لاختلاف المكان،إلخ.(۱)فقط و اللّٰه تعالیٰ أعلم

(محمود الفتاویٰ: ۴/۲۱۸-۲۱۹)

مسجد سے متصل کمرہ میں اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: مسجد کے صحن سے متصل ایک کمرہ ہے، جس کا راستہ صحن ہی سے ہے، جب بارش ہوتی ہے، لوگ کمرہ میں داخل ہوجاتے ہیں اور صحن خالی ہوجاتا ہے، امام مسجد میں ہے تو کیا کمرے کے مقتدیوں کی نماز ہوگی، یا نہیں؟ کمرہ مذکور مسجد کا نہیں ہے۔

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰه التوفيق

نماز صحیح ہوجائے گی۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۲/۱۰/۱۳۶۸ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۱۹۷-۱۹۸)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۴۳٤

(۲) بشرطیکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو؛ اس لیے کہ صحن مسجد سے متصل جو کمرہ ہے، وہ فنا مسجد میں شامل ہے؛ کیوں کہ فنا مسجد، مسجد سے متصل وہ حصہ ہے، جس کے اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ حائل نہ ہو اور اتصال صفوف میں فنا مسجد کا وہی حکم ہے، جو مسجد کا ہے؛ یعنی: جس طرح مسجد میں صحت اقتدا کے لیے صفوں کا اتصال ضروری نہیں ہے، اسی طرح فنا مسجد میں صحت اقتدا کے لئے صفوں کا متصل ہونا ضروری نہیں ہے۔ [مجاہد]

وذكر في البحر عن المجتبى أن فناء المسجد له حكم المسجد،ثم قال:وبه علم أن الاقتداء من صحن الخانقاه الشيخونية بالإمام في المحراب صحيح وإن لم تتصل الصفوف؛لأن الصحن فناء المسجد،وكذا اقتداء من بالخلاوى السفلية صحيح؛لأن أبوابها في فناء المسجد إلخ... و في الخزائن:فناء المسجد هو ما اتصل به وليس بينه وبينه طريق.(ردالمحتار،باب الإمامة: ۲/۳۳۲)

اگر کوئی شخص مسجد سے متصل اپنے مکان کی چھت پر مسجد کے امام کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے اور مکان اور مسجد کے درمیان کوئی راستہ حائل نہیں تو اس صورت میں اقتدا کے صحیح ہونے اور نہ ہونے کے سلسلہ میں علامہ شامی نے مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد بدائع الصنائع کے حوالہ سے راجح قول صحت کا نقل کیا ہے، بشرطیکہ امام کا حال مشتبہ نہ ہو یعنی تکبیر یا دیگر ذرائع سے امام کا حال معلوم ہوجائے۔ [مجاہد] ==

اگر مقتدی مسجد سے باہر یا چھت پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مسجد کے احاطہ کے اندر، مسجد سے علاحدہ جو مکان ہے، یا مسجد کے احاطہ سے بھی علاحدہ مکان پر مقتدی نماز پڑھیں اور امام مسجد کے اندر ہو، یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہوں تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

درست ہے، بشرطیکہ اتصال صفوف رہے۔ فقط

(بدست خاص، ص:۱۶) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

مسجد کے امام کی اقتدا ایسے مکان میں جس کے درمیان راستہ حائل ہو:

سوال: مسجد اور مکان موقوفہ متعلقہ مسجد کے مابین ایک گلی آمد ورفت مردمان محلّہ واقع ہے تو مکان مذکورہ میں نماز ہو سکتی ہے؟ یعنی باجماعت نماز ہو رہی ہے تو جو نمازی اس مکان میں ہیں، ان کی اقتدا امام مسجد کے ساتھ درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

مابین اس مکان اور مسجد کے اگر راستہ حائل ہے اور راستہ میں صف قائم نہیں ہے تو اقتدا درست نہیں ہے، **لاختلاف المکان، کذا فی الشامی.** (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۴-۳۶۵)

اقتدا دوسرے مکان میں درست ہے، یا نہیں:

سوال: جامع مسجد کے احاطہ میں دوکانیں ہیں اور ان کے اوپر مدرسہ ہے، مدرسہ مسجد کے چبوترہ سے متصل ہے اور ایک کھڑکی محاذاۃ مسجد میں ہے، اس صورت میں بوجہ بارش وگرمی چبوترہ مسجد کو چھوڑ کر مدرسہ پر نماز پڑھنے والوں کی اقتدا صحیح ہے، یا نہیں؟

== ویؤیده ما فی البدائع حیث قال: لو کان علیٰ سطح بجنب المسجد متصل به لیس بینهما طریق فاقتدی به، صحّ اقتداؤه عندنا؛ لأنه إذا کان متصلاً به صار تبعًا لسطح المسجد، و سطح المسجد له حکم المسجد، فهو کاقتدائه فی جوف المسجد إذا کان لایشتبه علیه حال الإمام، آهـ. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۳۳۵)

(۱) ولو اقتدیٰ من سطح داره المتصلة بالمسجد لم یجز لاختلاف المکان.

اس سے پہلے ہے:

"ویمنع من الاقتداء، الخ، طریق تجری فیه عجلة، الخ، أو نهر تجری فیه السفن، الخ، أو خلاء فی الصحراء، إلخ. (الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸، ظفیر)

الجواب

شامی میں اس مسئلہ کی تحقیق میں بعد کلام طویل ونقل اختلافات کے لکھا ہے:

ویؤیده ما فی البدائع حیث قال: لو کان علیٰ سطح بجنب المسجد متصل به لیس بینهما طریق فاقتدی به صح اقتدائه عندنا؛ لأنه إذا کان متصلاً به صار تبعاً لسطح المسجد، إلخ. (۱)

اس روایت سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں مدرسہ مذکورہ میں نماز پڑھنے والوں کی اقتدا صحیح ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۶۷)

مسجد کے باہر موجود مقتدی امام کی آواز، یا حرکات پر نماز ادا کرے تو کیسا ہے:

سوال: مقتدی اگر مسجد سے باہر ہوں؛ یعنی: جس جگہ وہ کھڑے ہیں، وہ مسجد کی حد سے باہر ہے اور وہاں تک صفیں بھی متصل نہیں ہے تو اس صورت میں اگر مقتدی امام کی آواز سنتے ہوں، یا مسجد کے اندر جو مقتدی ہیں، ان کی حرکات کو دیکھتے ہیں تو باہر والے مقتدیوں کی نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورتِ مسئولہ میں ایسے مقتدیوں کی نماز درست ہوجاوے گی۔

قال فی الدر: بشروط عشرة: نیة المؤتم الاقتداء واتحاد مکانهماوصلاتهما وصحة صلاة إمامه وعدم محاذاة امرأة وعدم تقدمه علیه بعقبه وعلمه بانتقالاته وبحاله من إقامة وسفر ومشارکته فی الأرکان وکونه مثله أودونه فیها.

قال الشامی تحت قوله (بشروط عشرة): هٰذه الشروط فی الحقیقة شروط الاقتداء، وقوله (اتحاد مکانهما) فلو اقتدی راجل براکب أوبالعکس أوراکب براکب دابّة أخریٰ لم یصح لاختلاف المکان، فلو کانا علیٰ دابة واحدة صحّ لاتحاده، کما فی الإمداد وسیأتی وأما إذا کان بینهما حائط فسیأتی أن المعتمد اعتبار الإشتباه لا اتحاد المکان، فیخرج بقوله: وعلمه بانتقالاته وسیأتی تحقیق هذه المسئلة بمالامزید علیه، قال الشامی تحت (قوله وعلمه بانتقالاته): أی بسماع أورویة الإمام أوبعض المقتدین، رحمتی، وإن لم یتحد المکان. (۲)

اس جواب کی بنا اس پر ہے کہ صحتِ اقتدا کے لیے اتحاد مکان امام ومقتدی شرط نہیں اور یہ بنا صحیح نہیں؛ کیوں کہ شرط اتحادِ مکان امام ابوحنیفہؒ کا مذہب مشہور ہے، تمام متون میں یہ شرط مذکور ہے اور طحطاوی نے جو "وان لم یتحد

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵٤۹، ظفیر

(۲) کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب شروط الإمامة الکبریٰ: ۱/۵۵۰، انیس

المکان" فرمایا ہے، اس کا منشا بعض فروع سے مغالطہ میں پڑنا ہے، جیسا کہ خود درمختار اور شامی میں ص: ۶۱۳، ۶۱۴ پر ان فروع کی تفصیل آتی ہے، ان فروع کو اور متون کے اشتراطِ مکان کو دیکھ کر قول فیصل یہ ہے کہ اتحادِ مکان کا مشروط ہونا تو یقینی ہے اور جس نے اس شرط کی نفی کی یہ اس کی غلطی ہے؛ کیوں کہ جو شرط متون میں بالاتفاق مذکور ہے اور امام کے مذہب میں اس شرط کا ہونا مشہور ہے، اس سے قطع نظر نہیں کی جا سکتی؛ لیکن اتحادِ مکان کا مدار عرف پر ہے، اگر عرفاً مکانِ مقتدی مکانِ امام سے متحد ہو تو اقتدا صحیح ہے اور عرفاً متحد نہ ہو تو اقتدا صحیح نہیں؛ اس لیے بعض فروع میں بعض مشائخ نے اقتدا کو صحیح کہا؛ کیوں کہ ان کے نزدیک اتحادِ عرفی موجود تھا اور بعض نے صحیح نہیں کہا، ان کے نزدیک اتحادِ مکان عرفاً تھا، باقی اشتراط اتحادِ مکان پر سب متفق ہیں۔

هٰكذا ينبغي أن يفهم المقام والعلم عندالله الملك العلام

۲۶ / صفر ۱۳۴۶ھ (امداد الاحکام: ۲/ ۱۴۳-۱۴۵)

بوجہ مجبوری مسجد سے نیچے مدرسہ میں اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جامع مسجد میں امام نماز پڑھانے کھڑا ہوا اور تمام مسجد نمازیوں سے بھر گئی اور ایک جماعت باہر فرش پر بھی ہو گئی، ارش شروع ہو گئی، بعد کو جو آدمی رہے وہ بوجہ بارش کے مسجد چھوڑ کر مدرسہ میں جو کہ فرش مسجد کے نیچے واقع ہے، کھڑے ہو گئے، گویا دیگر مقتدیوں سے ان کا فاصلہ ہو گیا، ان کی نماز ہو گئی، یا نہیں؟ یہ عذر قابل سماعت ہوگا، یا نہیں ایسی مجبوری کی حالت میں؟

الجواب

درمختار میں یہ روایت ہے کہ بہت بڑی مسجد جس کو صحرا کا حکم ہے، اس میں اگر ایک صف کا یا زائد کا فاصلہ ہو جاوے تو پچھلے نمازیوں کی نماز نہ ہوگی؛ لیکن شامی نے نقل کیا ہے کہ یہ حکم بہت بڑی مسجد کا ہے، معمولی جامع مسجد کا یہ حکم نہیں ہے، اس میں بحالت مذکورہ ان لوگوں کی نماز ہو جاوے گی، جنھوں نے مدرسہ مذکورہ میں نماز پڑھی ہے اور بہت سی روایات ایسی ہی نقل فرمائی ہیں، جن سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا ایسی مجبوری کی حالت میں ان ہی روایات پر عمل کیا جاوے گا اور صحت نماز کا حکم کیا جاوے گا، البتہ بلا ضرورت ایسا نہ کیا جاوے اور اس میں احتیاط کی جاوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۳۵۹)

(۱) أو خلاء أی فضاء فی الصحراء أو فی مسجد كبير جداً كمسجد القدس يسع صفين فأكثر. (الدر المختار)
والمسجد وإن كبر لا يمنع الفاصل إلا فی الجامع القديم بخوارزم فإن ربعه كان على ربعة آلاف أسطوانة وجامع القدس الشريف. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/ ۵٤۷، ظفير)

مسجد سے ہٹ کر درخت کے سایہ میں اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: ایک گاؤں میں مسجد میں سایہ میں نماز ہوتی ہے اور چونکہ فرش پر دھوپ ہوتی ہے، لہٰذا کچھ لوگ تمام فرش چھوڑ کر چودہ پندرہ گز کے فاصلہ پر درختوں کے سایہ میں نماز میں شریک ہوتے ہیں اور نیت باندھتے ہیں، اس صورت میں ان کی نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب

ان کی نماز صحیح ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۶۱)

ممبر کی وجہ سے اگر صف میں فاصلہ رہ جائے تو کیا کرے:

سوال: مسجد میں پہلی صف میں ممبر حائل رہتا ہے، اس وجہ سے پہلی صف میں تقریباً دو ہاتھ بقدر ممبر جگہ خالی رہتی ہے تو یہ فصل باعث کراہت ہے، یا نہیں؟ اور اگر ساری صف پیچھے ہٹا دی جاوے تو بعضوں کا سجدہ اس ممبر پر ہوگا، کیا یہ صحیح ہے؟

الجواب

یہ فصل ضروری باعث کراہت نہیں ہے اور موضع سجود اگر مقدار نصف ذراع بلند ہو تو یہ بھی درست ہے اور بضرورت اس سے زیادہ ارتفاع میں بھی حرج نہیں ہے۔

ولو كان موضع سجوده أرفع من موضع القدمين بمقدار لبنتين منصوبتين جاز وإن أكثر لا إلا لزحمة، إلخ. (الدر المختار) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۴)

صفوں کے درمیان کا فاصلہ:

سوال: صفوں کے درمیان کس قدر فاصلہ ہونا چاہیے؟

الجواب

صفوں کے قریب اور متصل ہونے کے بارے میں احادیث میں بہت تاکید ہے، جیسا کہ ایک حدیث ابوداؤد میں

(۱) مراد یہ ہے کہ یہ درخت جن کے سایہ میں نماز اقتدا (پندرہ گز فاصلہ چھوڑ کر) پڑھ رہے ہیں، اگر مسجد، یا فناء مسجد میں ہیں تو نماز درست ہوگی۔ **فناء المسجد كالمسجد فيصح الاقتداء وإن لم تتصل الصفوف.** (الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الصلاة، ص: ۱۹۷)

مگر ایسا کرنا نہیں چاہئے، صفیں متصل رہیں مگر دھوپ سے بچنے کا انتظام ہونا چاہئے تاکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ ظفیر

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سوّوا صفوفکم'' (۱) (یعنی: صفیں سیدھی کرو) ''وقاربوا بینھما'' (۲) (اور صفیں قریب قریب قائم کرو)۔ شراح حدیث نے اس قرب کی مقدار بیان کی کہ دو صفوں کے درمیان تیسری صف کی گنجائش نہ رہے۔

شرح مشکوۃ میں ہے:

قاربوا بين الصفوف بحيث لا يسع بينهما صف اٰخر حتیٰ يقدر الشيطان أن يمر بين أيديكم، إنتهٰی. (شرح المشكوة) (۳) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۱۲)

باجماعت نماز میں درمیان سے جگہ چھوڑ کر صف بنانے کا حکم:

سوال: اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہے، اس کے دو، یا ایک صف درمیان میں چھوڑ کر کچھ آدمی پیچھے کھڑے ہوں، ان کی نماز ہوگئی، یا نہ؟

الجواب ــ

نماز ہوگئی؛ مگر یہ خلاف سنت ہے، صفوں کو مکمل کرنا چاہیے اور جگہ درمیان میں نہ چھوڑنا چاہیے، مل کر کھڑا ہونا چاہیے اور بیچ میں جگہ خالی نہ چھوڑنا چاہیے، یہی سنت طریقہ ہے، (۴) ایک سیدھ میں اور برابر میں آگے پیچھے نہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ انور شاہ غفرلہ، ۸/ رجب ۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ مفتی محمود: ۲/ ۲۵۱)

امام مصلّٰی پر اور مقتدی فرش پر ہو تو یہ درست ہے، یا نہیں:

سوال: امام مصلی پر کھڑا ہو کر نماز پڑھاوے اور مقتدی فرش پر ویسے ہی ہوں، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) صحيح البخاری، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، رقم الحديث: ۷۲۳/ صحيح لمسلم، باب تسوية الصفوف وإقامتها، رقم الحديث: ۴۳۳/ سنن ابن ماجة، باب إقامة الصفوف، رقم الحديث: ۹۹۳/ سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف، رقم الحديث: ٦٦٨، انيس

(۲) عن أنس بن مالك عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رصوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا بالأعناق فوالذی نفسی بيده إنی لأری الشيطان يدخل من خلل الصف كأنها الحذف. (سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف، رقم الحديث: ٦٦٧/ سنن النسائی، حث الإمام علی رص الصفوف والمقاربة بينهما، رقم الحديث: ۸۱٥، انيس)

(۳) شرح المشكوة للطيبی، باب تسوية الصفوف: ۱۱٤٤/٤، مكتبة نزار مصطفى البازمكة المكرمة/ وكذا فی شرح المصابيح لابن الملك، باب تسوية الصفوف: ۱۰۷/۲، إدارة الثقافة الإسلامية، انيس

(۴) سنن أبی داؤد، باب تسوية الصفوف، رقم الحديث: ٦٦٧، انيس

الجواب

جائز ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۲-۳۴۳)

امام چوکی پر اور مقتدی فرش پر ہو تو کیا حکم ہے:

سوال: گرمی اور برسات میں بچھو اور سانپ کے خوف سے اگر عشا اور صبح کی نماز امام مسجد کے فرش پر چوکی بچھا کر نماز پڑھاوے اور مقتدی ویسے ہی فرش پر ہوں تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر وہ چوکی ایک ذراع کے قدر اونچی ہے تو مکروہ ہے، ورنہ جائز ہے، **كما في الدر المختار: وانفراد الإمام على الدكان للنهي وقدر الارتفاع بذراع ولا بأس بمادونه وقيل ما يقع به الامتياز وهو الأوجه.** (۱)
بہر حال ایسا نہ کرنا بہتر ہے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۴۳)

مسجد کی اندرونی و بیرونی صفوں کے درمیان اگر کپڑے کا پردہ ہو:

سوال: مسجد میں پردہ پڑا ہوا ہے اور جماعت ہو رہی ہے، باہر کے فرش پر بھی جماعت ہے اور پردہ درمیان میں حائل ہے، درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر پردہ حائل ہے، نماز ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(بدست خاص، ص:٦٧) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱٥٦)

بلاضرورت صفوف کو چھوڑ کر امام سے دور کھڑا ہونا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسجد میں آ کر امام کی اقتدا میں نیت باندھ لیتا ہے اور صف کو چھوڑ کر اکیلا کھڑا ہوتا ہے، ایسے شخص کی نماز کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔
(المستفتی: عبدالرحیم پشاور شہر)

الجواب

اگر یہ شخص صفوں کو چھوڑ کر اکیلا امام کی اقتدا کرتا ہے تو اس کی نماز جائز اور خلاف اولیٰ ہے۔

(۱) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ٦٠٤/١، ظفير

کما فی الهندیة (۸۸/۱):ولو اقتدیٰ بالإمام فی أقصیٰ المسجد والإمام فی المحراب فإنه یجوز، کذا فی شرح الطحاوی وإن قام علیٰ سطح داره المتصل بالمسجد لایصح اقتداء ہ. (۱)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۰۲/۲)

امام مسجد میں اور بعض مقتدی تہہ خانہ میں ہوں تو اقتدا درست ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا مسجد ہو، جس کے نیچے تہہ خانہ بھی ہو، امام مسجد میں کھڑا ہو اور بارش، یا دوسرے اجتماعات کی وجہ سے جگہ نہ ہو اور مقتدی تہہ خانہ میں کھڑے ہو جائیں تو کیا نیچے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: عبدالمنان......۱۹/۳/۱۹۷۴ء)

الجواب

یہ اقتدا؛ یعنی: جب امام بالا ہو اور قوم تہہ خانہ میں ہو، جائز ہے، جب کہ اشتباہ سے مأمون ہوں، کما صرح به فی الهندیة وردالمحتار فی باب الإمامة. (۲)وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۳۱۴/۲و۳۱۵)

مسجد بھرنے پر سڑک کے پار صفوف بنانا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر مسجد نمازیوں سے بھر جائے اور مسجد کی مشرقی جانب متصل چودہ فٹ سڑک ہے، لوگ اس فاصلہ کو چھوڑ کر اس پار صفوف بناتے ہیں، ان لوگوں کے اقتدا کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: مولوی محمد وزیر بٹگرام ہزارہ......۲۳/صفر/۱۴۰۱ھ)

الجواب

ان لوگوں پر ضروری ہے کہ اس فاصلہ کو پُر کر کے نماز ادا کریں، ورنہ ان کا اقتدا درست نہ ہوگا، لمافی الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار (۵٤۷/۱):ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیه عجلة أو نهر لیسع صفین فأکثر إلا إذا اتصلت الصفوف فیصح مطلقا. (۳)ہاں عیدگاہ میں اگر فاصلہ رہ جائے تو نماز ادا ہو جاتی ہے، لمافی الهندیة: ۸۷/۱. (۱) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ:۲۹۶/۲-۲۹۷)

(۱) الفتاویٰ الهندیة: ۸۸/۱،الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء وما لایمنع

(۲) وفی الهندیة:ولو قام علیٰ سطح المسجد واقتدیٰ بإمام فی المسجد إن کان للسطح باب فی المسجد ولا یشتبه علیه حال الإمام یصح الاقتداء .(الفتاویٰ الهندیة: ۸۸/۱،الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحة الاقتداء وما لا یمنع)/وهٰکذا فی ردالمحتار : ٤۳٥/۱،قبیل فی رفع المبلغ صوته زیادة علی الحاجة)

(۳) الدر المختار علیٰ هامش ردالمحتار: ٤۳۳/۱،باب الإمامة،مطلب الکافی للحاکم جمع کلام محمد فی کتبه التی هی ظاهر الروایة

(۴) وفی الهندیة:وفی مصلی العید الفاصل لایمنع الاقتداء وإن کان یسع فیه الصفین أو أکثر.(الفتاویٰ الهندیة: ۸۷/۱،الفصل الرابع فی بیان ما یمنع صحةً الاقتداء وما لا یمنع)

اگر مقتدی مسجد سے باہر، یا چھت پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مسجد کے احاطہ کے اندر، مسجد سے علاحدہ جو مکان ہے، یا مسجد کے احاطہ سے بھی علاحدہ مکان پر، مقتدی نماز پڑھیں اور امام مسجد کے اندر ہو، یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہوں تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

درست ہے، بشرطیکہ اتصال صفوف رہے۔(۱) فقط

(بدست خاص، ص:۱۶)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

بڑی مسجد میں زیادہ فاصلہ کے باوجود اقتدا صحیح ہونے کی تحقیق:

سوال: گذارش خدمت میں یہ ہے کہ بہشتی گوہر مطبع مجتبائی صفحہ ۵۵ کے مسئلہ ۷ میں ہے کہ اگر مسجد بہت بڑی ہو اور اسی طرح اگر گھر بہت بڑا جنگل ہو اور امام ومقتدی کے درمیان اتنا خالی میدان ہو کہ جس میں دو صفیں ہو سکیں تو یہ دونوں مقام یعنی جہاں مقتدی کھڑا ہے اور جہاں امام ہے مختلف سمجھے جائیں گے اور اقتداء درست نہ ہوگی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گرمی کے موسم میں جو خانہ کعبہ کے متصل پورب کی طرف امام کھڑا ہوتا ہے، دو ایک صف بھی ان کے ساتھ کھڑی ہوتی ہے ان کی اقتداء تو صحیح ہو جاتی ہے اور بہت سی صفیں بیس پچیس صف کے فاصلہ پر کھڑی ہوتی ہیں، درمیان میں خالی جگہ پڑی رہتی ہے ان کی اقتداء صحیح نہیں ہوتی ہے، اب مقصود سوال یہ ہے کہ چند سال تک بندہ کا وہاں قیام رہا اور نماز فاصلہ والی جماعت میں شرکت کر کے پڑھی ہے، اب اگر وہ اقتدا صحیح نہ ہو تو نماز درست ہوئی یا نہیں، اگر درست نہ ہوئی تو کیا کرنا چاہیے، ڈھاکہ کے بعض علماء سے دریافت کیا تھا، تشفی بخش جواب نہیں ملا، حضرت جو فرما دیں، اس کو ان شاء اللہ کام میں لاؤں گا۔

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

بہت بڑی مسجد کی مثال الدر المختار وغیرہ میں مسجد قدس لکھی ہے، سو مسجد حرام اتنی بڑی نہیں ہے؛ اس لیے وہاں کوئی اشکال نہیں اور رد المحتار میں نوازل سے جامع قدیم خوارزم کو بھی مثال میں لائے ہیں اور اس کا وصف یہ لکھا ہے:

فإن ربعه كان علىٰ أربعة آلاف أستوانة.

---

(۱) أما إذا اتصلت الصفوف لا يمنع الإقتداء.(الفتاویٰ الهندية،الفصل الرابع في بيان ما يمنع صحةً الاقتداء وما لا يمنع: ۸۷/۱،دار الفكر بيروت،انيس)

ولو اقتدى خارج المسجد بإمام في المسجد:إن كانت الصفوف متصلة جاز وإلا فلا.(بدائع الصنائع،فصل شرائط أركان الصلاة: ۱۴٦/۱،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

اور جامع القدس الشریف کی تفسیر میں لکھا ہے: **أعني ما يشتمل على المساجد الثلاثة الأقصى والصخرة والبيضاء، كذافي البزازية.** (۱) اس پر بھی وہی تفریع ہے۔ واللہ اعلم

اور عالمگیریہ، باب خامس فی الامامۃ کے فصل رابع میں مسجد میں علی الاطلاق فصل کو غیر مانع عن الاقتداء کہا ہے، گو کتنی ہی بڑی مسجد ہو، عبارتها: **والمسجد وإن كبر لايمنع الفاصل فيه، كذافي الوجيز للكردري.** سو بہشتی گوہر کا مسئلہ ایک روایت پر محتاج تفصیل اور دوسری روایت پر غیر معمول بہ ہے۔

اشرف علی، ۲۳؍رمضان ۱۳۵۶ھ (النور، صفحہ: ۱۰؍جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ) (امدادالفتاویٰ جدید: ۱/۴۱۰-۴۱۱)

پردہ کے پیچھے اقتدا درست ہے، یا نہیں:

سوال: جماعت مسجد کے اندر ہو رہی ہے، پردے چھوٹے ہوئے ہیں، اس کے باہر جو آدمی نماز کو کھڑے ہو گئے ہیں، ان کی نماز ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

ان کی نماز بھی صحیح ہے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۳۸)

شبہ کی وجہ سے اعادۂ جماعت اور اس میں شرکت:

سوال: امام کو نماز میں شبہ ہوا کہ کوئی فرض، یا واجب ترک ہو گیا، امام نے دوبارہ نماز پڑھائی تو وہ مقتدی جو بعد کو شامل ہوئے ہیں، ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ یا یہ کہ امام کو محض شبہ ہی ہوا، فرض یا واجب ترک نہیں ہوا، شبہ کی وجہ سے نماز لوٹائی تو جو مقتدی بعد کو شامل ہوئے، ان کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

اگر شبہ کی وجہ سے نماز لوٹائی گئی تو دوسری جماعت میں شامل ہونے والوں کی نماز نہیں ہوئی، ان کو پھر نماز پڑھنی چاہیے۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۴۷)

---

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة: ۲/۳۳۲، مكتبة زكريا ديوبند، انيس

(۲) والحائل لايمنع الاقتداء إن لم يشتبه حال إمامه بسماع أو رؤية ولو من باب مشبك يمنع الوصول. (الدرالمختار)

(قوله بسماع): أي من الإمام أو المكبر (قوله أو رؤية): ينبغي أن تكون الرؤية كالسماع لافرق فيها بين أن يرى انتقالات الإمام أو أحد المقتديين. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۱/۵۴۸، ظفير)

(۳) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً إلخ والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر (الدر المختار) ==

ترکِ واجب کی وجہ سے جو اعادۂ جماعت کرے، اس کی دوسرا اقتدا نہیں کرسکتا:

سوال: ترکِ واجب کی وجہ سے جماعت ثانیہ میں اگر کوئی نیا ایسا شخص آملا کہ جس کے ذمہ فرضیت باقی ہے، یا جماعت اولیٰ کا مسبوق کہ جس کی جماعت اولیٰ میں ملنے سے پہلے ترک واجب ہو چکا تھا، وہ اپنی نماز پوری کر کے جماعت ثانیہ میں ملے، یا جماعت اولیٰ میں ملنے کے بعد امام سے ترک واجب ہوا اور پھر مسبوق نماز پوری کر کے جماعت ثانیہ میں ملا، ان تینوں صورتوں میں کس کی نماز ہوگی اور کس درجہ کی ہوگی اور کس کی نہ ہوگی اور ایک شکل یہ ہے کہ مسبوق اپنی نماز ادا کر رہا ہے اور جماعت ثانیہ شروع ہوگئی تو اس کا ملنا مناسب ہے، یا نہیں؟

الجواب ___________________

صحیح یہ ہے کہ دوبارہ نماز پڑھنا ترک واجب کی وجہ سے جابر اول کے لیے ہے؛ یعنی فرضیت پہلے ادا ہو چکی، پس جو نیا شخص جماعت ثانیہ میں شریک ہوگا، اس کی نماز فرض نہ ہوگی، یہی مختار محقق ابن ہمام رحمہ اللہ کا ہے اور یہی اصح ہے، پس مسبوق کو چاہیے کہ اپنی نماز پوری کر کے پھر جماعت ثانیہ میں ملے اور اگر پہلی نماز کو توڑ کر دوسری جماعت میں ملے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے:

والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لا يتكرر إلخ. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۲۱۲-۲۱۳)

جن نمازوں کا اعادہ ہو تو جو پہلی جماعت میں شریک نہ تھا، وہ نماز پڑھ سکتا ہے، یا نہیں:

سوال: ترکِ واجب سے نماز ہوتی ہے، یا نہیں؟ اگر اس کا اعادہ کرے تو وہ شخص کہ جو پہلی نماز میں شریک نہ تھا، اقتدا کرے، یا نہ کرے؟ اگر کرے تو نماز درست ہے، یا نہیں؟

الجواب ___________________

وہ نماز ناقص ہوئی اعادہ اس کا واجب ہے اور اقتدا اس کی مفترض (فرض پڑھنے والے) کو درست نہیں اور نماز ان مقتدیوں کی جنھوں نے پہلے نہیں پڑھی صحیح نہیں ہوگی۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۱۲)

== قوله المختار أنه: أي الفعل الثاني جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة علىٰ الأصح كذا في شرح الأكمل علىٰ أصول البزدوي. (ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب واجبات الصلاة: ١/٤٢٤-٤٢٦، ظفير)

(۱) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة، مطلب واجبات الصلوٰة: ١/٤٢٦، ظفير

(۲) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً، إلخ، والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لا يتكرر. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ١/٤٢٤)

قعدہ اخیرہ چھوڑنے کی وجہ سے اعادۂ نماز میں سب کی شرکت ہوسکتی ہے، یا نہیں:

سوال (۱) امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا اور پانچ رکعت پڑھ کر سلام پھیرا؛ اس لیے نماز دہرانی ہے تو اب پہلی نماز میں جو شریک نہ تھا، وہ اس میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟

ترکِ واجب کی وجہ سے اعادہ کیا تو اس میں شرکت عام لوگوں کی درست ہے، یا نہیں:

(۲) اگر امام نے قعدۂ اخیرہ کرکے پانچویں رکعت پڑھ کر بغیر سجدہ سہو کے سلام پھیرا اور نماز دہرائی تو اب ایسا شخص شریک ہوسکتا ہے، جو پہلے شریک نہ تھا؟

الجواب

(۱) اس صورت میں اس کی نماز ہوجاتی ہے؛ کیوں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ قعدہ اخیرہ کے ترک سے اس جماعت کے فرض ادا نہ ہوئے تھے اور اس پر نماز کا اعادہ ضروری تھا، اب اس اعادہ میں اگر کوئی دوسرا شریک ہوجائے تو ان کے فرضوں کی طرح اس کے بھی فرض ادا ہوجائیں گے۔(۱)

(۲) اس صورت میں اس کی نماز صحیح نہ ہوگی؛ کیوں کہ اس صورت میں اس جماعت کے فرض اگرچہ ناقص ہی سہی، مگر پہلی دفعہ ادا ہوگئے، لہٰذا اب یہ دوسری نماز نفل ہوگی اور اقتداء مفترض متنفل کے پیچھے صحیح نہیں۔(۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۷۱)

واجب الاعادہ نماز کی جماعت ثانیہ میں شرکت کا حکم:

سوال: امام نے بجائے دو کے تین سجدے کئے، اتفاقاً سجدۂ سہو بھی ترک کردیا، بعد میں نماز کا اعادہ کیا، اب کچھ مقتدی ایسے شریک ہوئے، جو پہلے نہ تھے، ایسی صورت میں نو وارد مقتدیوں کا فرض ادا ہوگا، یا نہیں؟ جناب نے تتمہ امداد الفتاویٰ، صفحہ: ۲۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ ''نو وارد کا فرض شریک ہونے میں ادا ہوجائے گا''۔

لیکن غایۃ الاوطار جلد اول، ص: ۲۱۱ میں مترجم نے ''وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب

---

(۱) ولو سها عن القعود الأول، إلخ، عاد، إلخ، مالم يقيدها بسجدة، إلخ، وإن قيدها بسجدة عامدًا أو ناسياً أو ساهياً أو مخطئاً تحول فرضه نفلاً برفعه الجبهة عند محمد رحمه الله وبه يفتىٰ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب سجود السهو: ۱/۶۹۸، ظفير)

(۲) ولها واجبات لا تفسد بتركها وتعاد وجوباً، إلخ، وكذا كل صلوٰة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة، مطلب في واجبات الصلاة: ۱/۴۲۴، ظفير)

إعادتها والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر" کے تحت میں لکھا ہے کہ اس کلیہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نیا مقتدی دوسری بار میں شریک ہوگا تو اس کی نماز نہ ہوگی؛ کیوں کہ جب امام کی نماز فرض نہیں تو اقتدا فرض والے کا اس کے پیچھے درست نہ ہوگا، بظاہر دونوں متعارض معلوم ہوتے ہیں، دفع تعارض کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب

اس مسئلہ میں اختلاف ہے، راجح یہی ہے کہ نو وارد جماعت میں شریک نہ ہو، حضرت مولانا صاحب مدفیوضہم العالی نے بھی اب اسی کو راجح فرمایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالکریم عفی عنہ ۱۲/ر ج ا ۱۳۴۸ھ، الجواب صحیح، ظفر احمد عفا عنہ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۷۷-۱۷۸)

واجب الاعادۃ میں نو وادر کی شرکت جائز نہیں:

سوال: فرض نماز کی جماعت میں امام صاحب سے واجب ترک ہوگیا اور سجدہ سہو بھول گئے، اس وجہ سے دوبارہ جماعت کی گئی، دوبارہ ہونے والی جماعت میں کچھ نمازی جو پہلی جماعت میں شریک نہیں ہو سکے تھے، شریک ہوئے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس پچھلی نماز میں شریک ہونے والوں کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۳۵۵ محمد اختر خان پہاڑ گنج دہلی، ۱۷/ربیع الاول ۱۳۵۳ھ، مطابق: ۳۰/جون ۱۹۳۴ء)

الجواب

ان لوگوں کی نماز فرض ادا نہیں ہوئی، جو اعادہ والی نماز میں آ کر شریک ہوئے اور پہلے وہ شریک جماعت نہ تھے۔ (۱) فقط محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۳/۱۳۵)

اعادہ والی نماز میں نئے آنے والے شریک نہیں ہو سکتے:

سوال: امام سے واجب ترک ہوا، اس نے سجدۂ سہو نہیں کیا، جب ان کو یاد دلایا گیا تو انہوں نے نماز کا اعادہ کیا، اس لوٹانے والی نماز میں جو اور لوگ آ کر شریک ہوئے ہیں، ان کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق دہلوی)

---

(۱) والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لايتكرر.

قال الشامي: قوله والمختار أنه أي الفعل الثاني جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان على وجه الكراهة على الأصح، إلخ. (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها: ٤٥٧/١، دار الفكر، بيروت، انيس)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ دوسری جماعت پہلی جماعت کے لیے جابر ہے، از سر نو فرض نماز نہیں ہے؛ اس لیے نماز نہیں ہوگی۔ انیس

الجواب

اس نماز میں دوسرے لوگ جو پہلی جماعت میں شریک نہیں تھے، شریک نہیں ہو سکتے، اگر شریک ہوں گے تو ان کے فرض ادا نہ ہوں گے۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۱۳۸/۳)

فرض نماز کے اعادہ کرنے والے کے پیچھے نو وارد مفترض کے اقتدا کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کراہت تحریمی کی وجہ سے فرض نماز کے اعادہ کرنے والے امام کے پیچھے نو وارد مفترض کا اقتدا درست ہے، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: شیخ الحدیث مولانا فضل الٰہی شاہ منصوری، دار العلوم حقانیہ.....۱۴/۱۰/۱۹۹۰ء)

الجواب

اس اقتدا کی صحت، یا عدم صحت کے متعلق جزئیہ نہیں ملا اور اکابر اس میں مختلف ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی صحت کی طرف مائل ہیں اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عدم صحت کے قائل ہیں، راجح حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ (ان شاء اللہ) کیوں کہ اعادہ کی تعریف یہ ہے:

"هی فعل ما فعل أولامع ضرب من الخلل ثانیاً وقیل هواتیان مثل الأول علٰی وجه الکمال، کما فی منحة الخالق علٰی هامش البحر: ۲/ ۸٤. (۲)

وفی ردالمحتار: یؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعریفها بما مرأنه ینوی بالثانیة الفرض؛ لأن ما فعل أولاً هوالفرض فإعادته فعله ثانیاً أما علی القول بأن الفرض یسقط بالثانیة فظاهر وأما علی القول الآخر فلأن المقصود من تکرارها ثانیاً جبرنقصان الأولٰی فالأولٰی فرض ناقص والثانیة فرض کامل، انتهٰی. (۳)

وفی جنائزردالمحتار (۱/ ۸۲٦): فإذا أعادها وقعت فرضاً مکملاً للفرض الأول نظیرإعادة الصلاة المؤداة بکراهة فإن کلا منهما فرض، کماحققناه فی محله، انتهٰی. (۴)

(۱) والمختار أنه جابر للأول؛ لأن الفرض لایتکرر... إلخ. (الدرالمختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ٤٥٧)

(۲) منحة الخالق علٰی هامش البحرالرائق: ۲/ ۸٤، باب قضاء الفوائت

(۳) ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۲/ ٥٢٢، باب قضاء الفوائت

(۴) ردالمحتار هامش الدرالمختار: ۳/ ٦٥٢، مطلب فی کراهة صلاة الجنائزة فی المسجد، باب صلاة الجنائز، مکتبة زکریا، انیس

خلاصہ یہ کہ صلاۃ معادہ فرض ہے اور ابن الہمام رحمہ اللہ کا کلام بھی اسی طرف مشیر ہے۔

کمافی ردالمحتار (۴۲۶/۱) (قوله: والمختار أنه جابر للأول): لأن الفرض لایتکرر أی الفعل الثانی جابر للأول بمنزلة الجبر بسجود السهو وبالأول یخرج عن العهدة وإن کان علیٰ وجه الکراهة علی الأصح... مقابله ما نقلوه عن أبی الیسر من أن الفرض هو الثانی واختار ابن الهمام الأول قال: لأن الفرض لایتکرر وجعله الثانی یقتضی عدم سقوطه بالأول إذ هو لازم ترک الرکن لا الواجب إلا أن یقال المراد إن ذلک امتنان من اللّٰه تعالیٰ إذ یحتسب الکامل وإن تأخر عن الفرض لما علم سبحانه تعالیٰ أنه سیوقعه، انتهیٰ. (۱)

خلاصہ یہ کہ اعادہ کی صورت میں معلوم ہو جائے گا کہ یہ نماز معادہ فرض ہے، پس اس نو وارد کا اقتدا درست ہوگا۔ وہوالموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۳۱۸/۲-۳۱۹)

صلوٰۃ معادہ لترک الواجب میں شرکت کا حکم:

ایک اہم مسئلہ سے متعلق دو حضرات کے متضاد جوابات ارسال خدمت ہیں، حضرت سے درخواست ہے کہ انہیں ملاحظہ فرما کہ فیصلہ فرمائیں اور اپنی تحقیق عمیق سے مستفید فرمائیں۔

سوال: ترک واجب کی بنا پر نماز کا اعادہ کیا گیا تو نو وارد شخص اس دوسری جماعت میں شریک ہوسکتا ہے، یا نہیں؟ امداد الفتاویٰ میں نو وارد کی شرکت کا جواز مذکور ہے اور امداد الفتاویٰ کے حاشیہ پر شرکت کو مختار قول کے غیر مطابق قرار دیا ہے اور دلیل یہ بیان فرمائی کہ ثانی نماز مستقل نماز نہیں، لہٰذا مستقل نماز پڑھنے والوں کی اقتدا صحیح نہیں ہوگی، عرض ہے کہ مختار شرکت کا جواز ہے، یا عدم جواز؟ تفصیل کے ساتھ تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــ الأول

حامدًا و مصلیًا: مجتہدین کے کلام میں باوجود تتبع کے نو وارد کی شرکت، یا عدم شرکت کی تصریح تو نہیں ملی، غالبًا یہ مسئلہ اس پر متفرع ہے کہ ثانی نماز نفل ہے، یا فرض، اس کا فیصلہ حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بایں الفاظ فرمایا ہے:

یؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعریفها بما مر أنه ینوی بالثانیة الفرض؛ لأن ما فعل أو لا هو الفرض فإعادته فعله ثانیًا أما علی القول بأن الفرض یسقط بالثانیة فظاهر وأما علی القول الآخر فلان المقصود من تکرارها ثانیًا جبر نقصان الأولیٰ فالأولیٰ فرض ناقص والثانیة فرض کامل مثل الأولیٰ ذاتاً مع زیادة وصف الکمال ولو کانت الثانیة نفلاً لزم أن تجب القراءة فی رکعاتها الأربع، آه. (۲)

(۱) ردالمحتار مع الدر المختار: ۳۳۷/۱، مطلب کل صلاة أدیت مع کراهة تحریم تجب إعادتها

(۲) رد المحتار باب قضاء الفوائت: ۵۲۲/۲، مکتبة زکریا، انیس

فقہا کی تعبیرات میں ضرور اختلاف ہے، بعض نے "**الفرض سقط بالأولیٰ**" اور بعض نے "**یکون الفرض هو الثاني**" سے تعبیر فرمایا؛ مگر علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق کے مطابق یہ اختلاف تعبیرات کا ہے، حقیقی نہیں؛ کیوں کہ سقوط الفرض بالثانیۃ کا یہ مطلب نہیں کہ اولیٰ سے سقوط فرض بالکل نہیں ہوا تھا اور ثانیہ پر اس طرح موقوف تھا کہ اگر بالفرض ثانیا اس فعل کو نہ کیا جاتا تو مصلی خارج عن الصلوٰۃ نہ ہوتا؛ بلکہ مطلب یہ ہے کہ حکم سقوط الفرض موقوف ہے، عدم اعادہ پر (نظائر شامیہ، باب قضاء الفوائت میں مذکور ہیں) اور جب اعادہ ہو گیا تو یہ فرض محول الی النفل ہو گئے، جیسا کہ اگر کوئی شخص ظہر پڑھ کر صلوٰۃ جمعہ میں شریک ہو جائے تو فرضیت کا بطلان ہو کر عند الامام وابي یوسف رحمہم اللہ نفلیت باقی رہ جاتی ہے، چناں چہ اگر صلوٰۃ جمعہ میں اس سے رکن فوت ہو جائے تو ظہر کا اعادہ لازم ہوگا اور سقوط القرض بالاولیٰ والثاني جابر کا قول بھی ثانیہ کے نفل ہونے کو مستلزم نہیں؛ کیوں کہ اس کے معنی بحسب تحقیق حضرت علامہ شامی رحمہ اللہ یہ ہیں کہ سقوط فرض ثانیہ کے شروع کرنے پر موقوف نہیں؛ بلکہ اگر اعادہ نہ کیا جائے تو سقوط فرض بالتقصان ہو چکا تھا، اب اس نقصان کو پورا کرنے کی خاطر ذات سقوط فرض کسی اور چیز پر موقوف نہیں؛ مگر سلام سجود السہو کے بعد سے آخر تک جو حصہ ہے، فرض ہی واقع ہوگا، چناں چہ جو اس حالت میں اقتدا کرے گا، بالاتفاق اس کی اقتدا صحیح ہو جائے گی تو یہ (ثانیہ) مثل سجود سہو ہے، **کما في رد المحتار: جابر للأولیٰ بمنزلة الجبر بسجود السهو،** (۱) چوں کہ سجود سہو کی صورت میں منافی صلوٰۃ کوئی عمل نہیں ہوا؛ اس لیے شارع علیہ السلام نے اس سجود وتشہد کی زیادتی کو مربوط بمحل السہو قرار دے کر لجبر النقصان کا اعتبار کیا اور اعادہ کی صورت میں منافی صلوٰۃ عمل ہو چکا، لہٰذا اس زیادتی کی بنا اصل صلوٰۃ پر ممکن نہیں رہی؛ اس لیے جدید تحریمہ کے ساتھ مستقل نماز کو جابر قرار دینا دلیل ہے کہ مؤداۃ بالفعل الاولی اور بالفعل الثاني میں اتحاد ذات ہے، تغایر وتعدد صرف صورتاً ہے، اگر لجبر النقصان محض زیادتی مطلوب ہوتی تو دو رکعت نماز مشروع ہے ہر نماز کے لیے دو رکعت جابر ہو سکتی تھی، معادہ صلوۃ لترک الواجب متروک واجب کے قائم مقام ہے اور واجبات سب نمازوں کے مساوی تو ہر نماز کے لیے ایک ہی مقدار قرین قیاس تھی؛ مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ محض زیادتی مطلوب نہیں؛ بلکہ زیادتی مع اتحاد ذات مجبور وجابر مطلوب ہے، مثلاً ذات صلوٰۃ ظہر کا وجود چار رکعت سے ہوتا ہے، لہٰذا لجبر النقصان چار رکعت مطلوب ہونا دلیل ہے کہ ثانیہ مثل اولیٰ کے عقب الوقوع فرض ہے، ذات کی ذاتیات واوصاف ذاتیہ میں سے اگر کوئی معدوم ہو جائے تو ذات ہی باقی نہیں رہتی اور اگر اوصاف عارضہ میں خلل واقع ہو جائے تو ذات باقی رہتی ہے؛ مگر اس وقوع خلل في الاوصاف کا نقص ذات ہی کی طرف راجع ہوتا ہے، پھر اگر اس نقصان کو پورا کیا جاتا ہے تو یہ جبر نقصان بلا واسطۂ ذات ممکن نہیں، یہ بھی تصریح سامنے نہیں آتی کہ ثانیہ میں نفل کی

(۱) ردالمحتار، واجبات الصلاة: ۳۵۷/۱، دار الفکر بیروت، انیس)

نیت کافی ہوجائے گی ،طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ''نفل جابر'' مذکور ہے،اس کے معنی بصورت تطبیق یہ ہوں گے کہ جب ارکان وشروط صلوٰۃ مکمل ہو چکے تو اب ثانیاً شروع فی الفعل فرض نہیں؛ بلکہ غیر فرض ہے (چونکہ عند البعض اعادۃ واجب ہے،عند البعض مستحب اور بعض نے فی الوقت اور بعد الوقت کی تفصیل کی؛اس لیے لفظ نفل ذکر فرما دیا، جو دونوں کو شامل ہے) اول کے نقصان کو پورا کرتا ہے،لہٰذا یہ ابتداء فعل کے معاقب فرض واقع ہونے کے منافی نہیں، مسافر پر صلوٰۃ جمعہ فرض نہیں ؛مگر جب پڑھے گا تو واقع فرض ہوگی ،چناں چہ مسافر کی اقتدا بالاتفاق صحیح ہے۔

الحاصل بعض نے قبل الاعادہ کے اعتبار اولیٰ کو اور بعض نے بعد الاعادہ کے اعتبار سے ثانیہ کو مسقطۃ الفریضہ سے تعبیر فرمایا، مآل سب کا واحد ہے، **كما في رد المحتار: وبهذا ظهر التوفيق بين القولين أن الخلاف بينهما لفظي**، (۱)اس وضاحت کے بعد نو وارد کی عدم شرکت کے قول کو مختار تسلیم کرنے میں تأمل ہے،عدم شرکت کے قول کو غلط کہنے کی جرأت تو نہیں کی جاسکتی، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا فتویٰ عدم شرکت پر ہے اور حکیم الامت حضرت مولانا القاری اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہما کا فتویٰ شرکت پر ہے، دونوں حضرات مقتدی ہیں اور ممکن ہے؛ بلکہ ظن ہے کہ حضرت مفتی صاحب رفعت درجاتہم کے سامنے بہت زیادہ قوی دلیل مستور ہے اور حکیم الامت مدت فیوضہم کے فتوی کی دلیل اور مأخذ ظاہر ہے؛اس لیے قول شرکت مختار تسلیم کرنا اقرب الفہم معلوم ہوتا ہے، عدم شرکت کی دلیل ثانی نماز کا غیر مستقل ہونا تحریر فرمایا ہے، مستقل اور غیر مستقل نماز کی تقسیم کا شرعی مأخذ اور تعریف، پھر تعریف کردہ مستقل نماز پڑھنے والے کو غیر مستقل نماز پڑھنے والے کی اقتدا کے عدم جواز کا ثبوت محتاج بیان ہے، حضرت محشی صاحب حیات ہیں اور دور بھی نہیں، ان کی خدمت میں پیش ہو۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد............عفی عنہ،۲۳/۱۱/۱۳۹۵ھ

الجواب ــــــــــــــــــــ الثانی از محشی

علامہ شامی رحمہ اللہ کی تحقیق یہی ہے کہ اصل نماز اعادہ کردہ نماز دونوں فرض ہیں ؛لیکن اس تحقیق میں حضرت علامہ منفرد ہیں،جیسا کہ خود انہوں نے بحث ختم کرتے ہوئے لکھا ہے: **هذا نهاية ماظهرلي من فتح الملك الوهاب فاغتنمه فإنه من مفردات هذا الكتاب**،آہ. لیکن مختار قول وہ ہے، جو علامہ طحاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ!**والمختار ان المعادة لترک الواجب نفل جابر والفرض سقط بالاولیٰ**، حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ العزیز نے حضرت علامہ شامی کی تحقیق کے مطابق فتویٰ ارقام فرمایا اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب ،حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب نے طحطاوی کے قول کے

(۱) ردالمحتار،باب قضاء الفوائت:۲/۶۵،دارالفکر بیروت،انیس

مطابق فتویٰ دیا، اس وقت علماء مظاہر العلوم ودار العلوم کا فتویٰ بھی یہی ہے، اب آپ فیصلہ فرمالیں کہ کثرت کس طرف ہے، رہی یہ بحث تو یہ بحث تو یہ ایک خاص نقطۂ نظر لیے ہوئے ہے، دوسرے نقطے بار بار پڑھنے پر بھی شرح صدر نہیں ہوا، **لعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک أمراً.**

کتبہ:......عفا اللہ عنہ، ۲۷/۱۱/۱۳۹۵ھ

جواب الجواب ـــــــــــــــــــ از مجیب اول

نحمده ونستعينه ونصلي علىٰ رسوله الكريم

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت: **هٰذا نهاية ماتحررلي،إلخ،** کا مطلب یہ ہے کہ دونوں قولوں کی تطبیق میں حضرت علامہ رحمہ اللہ منفرد ہیں، نہ کہ ثانیہ کو فرض قرار دینے میں منفرد ہیں۔ حضرت علامہ حلبی نے اپنی شرح کبیری میں واجبات صلوٰۃ کے شروع میں فرمایا ہے: **ومن المشائخ من قال يلزم أن يعيد ويكون الفرض هو الثاني** اور خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے ابوالیسر کا قول نقل کیا اور ابن الہمام صاحب فتح القدیر نے ثانیہ کو فرض قرار دینے میں عدم سقوط الفرض بالاولیٰ بلا ترک رکن کا اشکال ظاہر فرما کر **إلاأن يقال المراد إن ذلك امتنان،إلخ،** جواب فرمایا، نیز جواب میں منقول عبارت میں: **وأما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية** مصرح ہے، پھر علامہ شامی رحمہ اللہ کی انفرادیت کیوں قرار دی جاسکتی ہے۔ تفصیلی جواب (ا) کے ملاحظہ کے بعد طحطاوی کی عبارت کے یہ معنی مراد لے کر کہ ثانیہ بعد الواقع فرض نہیں، بلا دلیل مختار کہنا کسی کو زیبا نہیں دیتا ہے، طحطاوی کی مذکورہ عبارت میں معادہ کی خبر نافلۃ جو کہ بعد الوقوع متصف بالفعل ہونے پر دال ہے، ذکر نہ کرنا اور نفل مصدر کو ذکر کرنا، جو صرف حدوث پر دال ہے، گزشتہ جواب (ا) میں مذکورہ تأمل کا موئد ہے، مجرد اولیٰ کی فرضیت کی دلیل: **لأن الفرض لايتكرر** کے بارے میں طحطاوی شرح درمختار میں **وفيه نظر** مذکور ہے۔

کثرت اس وقت راجح ہوتی ہے، جبکہ جانبین کے دلائل مساوی ہوں اور ہر ایک کے جواب کے دلائل معلوم ہوں، اس کا شاہد خلیفہ ہارون الرشید کے دور خلافت کا واقعہ ہے کہ چور نے مال لینے کا اقرار کرلیا، تمام فقہاء مجلس نے قطع ید کا حکم کیا، مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے قطع ید سے انکار فرمایا اور کہا مال لینے سے ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، چوری کا اقرار ضروری ہے، پھر اس نے معلوم کرنے پر چوری کا بھی اقرار کرلیا تو تمام فقہا کا اتفاق ہوگیا کہ اب تو قطع ید ضروری ہوگیا، مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اب بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، پہلے اقرار سے ضمان واجب ہو چکا تھا، پھر چوری کے اقرار سے ضمان ساقط ہوتا ہے، لہٰذا اقرار مسموع نہ ہوگا، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل اگر ان فقہا کو نہ پہونچتی تو سب اپنی رائے پر قائم رہتے اور یہ سب کا اتفاق صواب نہیں تھا۔

دوسرا نقطہ نظر رکھنے والوں کی بحث تحریر فرمادی جاتی تو کرم ہوتا، وہ اگر اقوی ہوتی تو تسلیم کرلی جاتی اور کم از کم مستقل نماز الخ کے بیان کا ثبوت مطلوب تھا، اس کو تو تحریر فرما ہی دیا جاتا، بخل مناسب نہیں۔
مفر کی ضرورت ہی نہیں کہ تلاش کی فکر کریں، ماٰوی کی ضرورت ہے وہ بحمد للہ میسر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
حررہ العبد............عفی عنہ، ۱۳/۱۲/۱۳۹۵ھ

الجواب ـــــــــــــ باسم ملهم الصواب

مسئلہ کی اہمیت اور اس میں اکابر علماء کے اختلاف و بحث کے پیش نظر اس سے متعلق فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات قدرے تفصیل سے پیش کی جاتی ہیں:

قال العلامة ابن عابدين رحمة اللّٰه تعالىٰ فى منحة الخالق على البحر الرائق فى باب قضاء الفوائت: وخرج به أيضًا فعل مثله بعده لخلل غير الفساد وعدم صحة الشروع فهو خارج عن الأقسام الثلاثة كما نبه عليه المحقق ابن الهمام فى التحرير...إن هٰذا مبنى علىٰ ماعليه البعض وإلا فقول الميزان الإعادة فى عرف الشرع إتيان بمثل الفعل الأول علىٰ صفة الكمال بأن وجب على المكلف فعل موصوف بصفة الكمال فأداه علىٰ وجه النقصان وهو نقصان فاحش يجب عليه الإعادة وهو إتيان مثل الأول ذاتاً مع صفة الكمال،آه، يفيد أنه إذا فعل ثانيًا فى الوقت أو خارج الوقت يكون إعادة كما قال صاحب الكشف،آه، ونحوه فى شرح أصول فخر الإسلام للشيخ أكمل الدين فإنه قال: ولم يذكر الشيخ الاعادة وهى فعل مافعل أولاً مع ضرب من الخلل ثانياً وقيل: هو إتيان مثل الأول علىٰ وجه الكمال؛ لأنها إن كانت واجبة بأن وقع الأول فاسدًا فهى داخلة فى الأداء أو القضاء وإن لم تكن واجبة بأن وقع الأول ناقصاً لا فاسداً فلايدخل فى هٰذا التقسيم؛ لأنه تقسيم الواجب وهى ليست بواجبة وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة على الأصح فالفعل الثانى بمنزلة الجبر كالجبر بسجود السهو،آه.

وهو موافق لكلام الميزان حيث لم يقيد ها بالوقت ومخالف له حيث صرح بعدم وجوبها.

وقال فى شرح التحرير: هل تكون الاعادة واجبة؟ فصرح غير واحد من شراح أصول فخر الإسلام بأنها ليست بواجبة وأن بالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة على الأصح وإن الثانى بمنزلة الجبر والأوجه الوجوب كما أشار إليه فى الهداية وصرح به بعضهم كالشيخ حافظ الدين فى شرح المنار وهو موافق لما عن السرخسى وأبى اليسر من ترك الاعتدال تلزمه الإعادة وزاد أبو اليسر: ويكون الفرض هو الثانى وعلىٰ هٰذا يدخل فى تقسيم

الواجب ثم نقل عن شيخه ابن الهمام: لا إشكال فى وجوب الاعادة إذ هو الحكم فى كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابرًا للأول؛لأن الفرض لايتكرر وجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه بالأول وهو لازم ترك الركن لا الواجب إلا أن يقال: المراد إن ذٰلك امتنان من اللّٰه تعالىٰ إذ يحتسب الكامل وإن تأخرعن الفرض لما علم سبحانه أنه سيوقعه،آه.

أقول:ويظهر لى التوفيق بأن المراد بالوجوب الا فتراض فى عبارة الشيخ أكمل الدين؛لأنه ذكر وجوبها عند وقوع الأول فاسدًا ولاشبهة فى أنها حينئذٍ فرض وذكرعدم الوجوب وعلىٰ هٰذا يحمل كلام شراح أصول فخر الإسلام فلاينافى ذلك ما أشار إليه فى الهداية وصرح به فى شرح المنار من أن الأوجه الوجوب؛لأن المراد به الوجوب المصطلح لا الافتراض.(البحر الرائق: ۲/۷۸-۷۹)(۱)

وقال الشيخ زين الدين ابن نجيم رحمة اللّٰه تعالىٰ: والاعادة فعل مثله فى وقته لخلل غير الفساد وعدم صحة الشروع وهو المراد بقولهم كل صلاة أديت مع كراهة التحريم فسبيلها الاعادة فكانت واجبة فلذا دخلت أقسام فى المأموربه.(البحر الرائق: ۲/۷۹)(۲)

وقال ملك العلماء الكاسانى رحمة اللّٰه تعالىٰ عليه:فإن كان المتروك فرضاً تفسد الصلاة وإن كان واجباً لاتفسد ولكن تنتقص وتدخل فى حد الكراهة.(بدائع الصنائع: ۱/۱٦٧)(۳)

وقال العلامة الحلبى رحمة اللّٰه تعالىٰ عليه فى الشرح الكبير:ومن المشائخ من قال: يلزم أن يعيد ويكون الفرض هو الثانى والمختارأن الفرض هو الأول والثانى جبرللخلل الواقع فيه بترك الواجب،قال الشيخ كمال الدين ابن الهمام: لا إشكال فى وجوب الاعادة إذ هو الحكم فى كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابرًا للأول؛لأن الفرض لايتكرر وجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه بالاول وهو لازم ترك الفرض لاالواجب،انتهىٰ.(الشرح الكبير: ۲۸۸)

وقال فى الدرالمختار:وكذا كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تجب إعادتها والمختار أنه جابرللأول؛لأن الفرض لايتكرر،قال فى الحاشية:(قوله: والمختارأنه)أى الفعل الثانى جابر للأول بمنزلة الجبربسجود السهو وبالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة على الأصح،كذا فى شرح الأكمل علىٰ أصول البزدوى ومقابله مانقلوه عن أبى اليسرمن أن الفرض هو الثانى واختارابن الهمام الأول قال:لأن الفرض لايتكرروجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه

(۱-۲) باب قضاء الفوائت: ۲/۱۳۹، مكتبة زكرياديوبند،انيس)

(۳) فصل بيان المتروك ساهياً: ۱/٤۰۸،مكتبة زكرياديوبند،انيس

بالأول إذهو لازم ترك الركن لا الواجب إلا أن يقال المراد أن ذلك امتنان من اللّٰه تعالىٰ إذ يحتسب الكامل وإن تأخرعن الفرض لماعلم سبحانه أنه سيوقعه،اُه،يعنى أن القول يكون الفرض هو الثانى يلزم عليه تكرار الفرض؛لأن كون الفرض هو الثانى دون الأول يلزم منه عدم سقوطه بالأول وليس كذلك؛لأن عدم سقوطه بالأول إنما يكون بترك فرض لابترك واجب وحيث استكمل الأول فرائضه لاشك فى كونه مجزئا فى الحكم وسقوط الفرض به وإن كان ناقصا بترك الواجب فإذاكان الثانى فرضًا يلزم منه تكرار الفرض إلا أن يقال... فافهم.(رد المحتار)(۱)

وفى الدر المختارفى باب قضاء الفوائت:والاعادة فعل مثله فى وقته لخلل غيرالفساد لقولهم كل صلاة أديت مع كراهة التحريم تعاد: أى وجوبًا فى الوقت وأما بعده فندبا.قال ابن عابدين رحمة اللّٰه تعالىٰ تحت(قوله:فى وقته):ثم اعلم ماذكره هنا فى تعريف الإعادة هومامشى عليه فى التحريروذكرشارحه أن التقييد بالوقت قول البعض وإلا ففى الميزان الاعادة فى عرف الشرع إتيان بمثل الفعل الأول علىٰ صفة الكمال بأن وجب على المكلف فعل موصوف بصفة الكمال فأداه علىٰ وجه النقصان وهونقصان فاحش يجب عليه الإعادة وهو إتيان مثل الأول ذاتا مع صفة الكمال،آه.(ثم قال بعد أسطر)وإن كان علىٰ وجه الكراهة على الأصح فالفعل الثانى بمنزلة الجبركالجبربسجود السهو...وتحت(قوله أى وجوباً فى الوقت)...وقال فى شرح التحرير:وهل تكون الإعادة واجبة فصرح غيرواحد من شراح أصول فخرالإسلام بأنها ليست بواجبة وأنه بالأول يخرج عن العهدة وإن كان علىٰ وجه الكراهة على الأصح وأن الثانى بمنزلة الجبروالأوجه الوجوب كماأشارإليه فى الهداية وصرح به النسفى فى شرح المناروهوموافق لما عن السرخسى وأبى اليسرمن ترك الاعتدال تلزمه الاعادة وزاد أبواليسر:ويكون الفرض هو الثانى وقال شيخنا المصنف؛يعنى ابن الهمام: لا إشكال فى وجوب الاعادة إذ هوالحكم فى كل صلاة أديت مع كراهة التحريم ويكون جابرًا للأول؛ لأن الفرض لايتكرر وجعله الثانى يقتضى عدم سقوطه بالأول وفيه أنه لازم ترك الركن لا الواجب إلا أن يقال إلخ(ثم قال)ومن هٰذا يظهرأناإذا قلنا:الفرض هو الأول فالاعادة قسم آخرغيرالأداء والقضاء وإن قلنا: الثانى فهى أحدهما،آه، أقول:فتلخص من هٰذا كله أن الأرجح وجوب الإعادة(إلىٰ أن قال)وقد نقل الخيرالرملى فى حاشية البحرعن خط العلامة المقدسى:أن ماذكره فى البحريجب أن لايعتمد عليه لاطلاق قولهم كل صلا ة أديت مع الكراهة سبيلها الاعادة،اهـ، قلت:أى لأنه يشمل

(۱) باب صفة الصلاة: ۱٤۷/۲ـ۱٤۹،مكتبة زكريا،ديوبند،انيس

وجوبها في الوقت وبعده أي بناء علىٰ أن الإعادة لا تختص بالوقت وظاهرماقد مناه عن شرح التحرير ترجيحه وقد علمت أيضًا ترجيح القول بالوجوب فيكون المرجح وجوب الإعادة في الوقت وبعده ويشير إليه ما قدمناه عن الميزان من قوله:يجب عليه الاعادة وهوإتيان مثل الأول ذاتا مع صفة الكمال:أي كمال ما نقصه منها وذلك يعم وجوب الاتيان بها كاملة في الوقت وبعده كما مر وقال أيضًا تحت(تنبيه):ويؤخذ من لفظ الإعادة ومن تعريفها بما مرأنه ينوي بالثانية الفرض؛لأن ما فعل أولا هو الفرض فإعادته فعله ثانيًا أما على القول بأن الفرض يسقط بالثانية فظاهروأما على القول الأخرفلان المقصود من تكرارها ثانيًا جبرنقصان الأولىٰ فالأولىٰ فرض ناقص والثانية فرض كامل مثل الأولىٰ ذا تا مع زيادة وصف الكمال ولوكانت الثانية نفلاً لزم إن تجب القراءة في ركعاتها الأربع وأن لاتشرع الجماعة فيها ولم يذكروه ولايلزم من كونها فرضًا عدم سقوط الفرض بالأولىٰ؛لأن المراد أنها تكون فرضًا بعد الركوع، أما قبله فالفرض هوالأولىٰ وحاصله توقف الحكم بفرضية الأولىٰ على عدم الإعادة وله نظائر: كسلام من عليه سجودالسهو يخرجه خروجًا موقوفًاوكفساد الوقتية مع تذكرالفائتة،كماسيأتي وكتوقف الحكم بفرضية المغرب في طريق المزدلفة علىٰ عدم إعادتها قبل الفجر وبهٰذا ظهرالتوفيق بين القولين وإن الخلاف بينهما لفظي؛لأن القائل أيضًا بأن الفرض هو الثانية أراد به بعد الوقوع وإلا لزم الحكم ببطلان الأولىٰ بترك ماليس بركن ولا شرط كما مرعن الفتح ولزم أيضًا أنه يلزمه الترتيب في الثانية لوتذكر فائتة والغالب على الظن أنه لايقول بذلك أحد ونظير ذلك القراءة في الصلاة فأن الفرض منهاآية والثلاث واجبة والزائد سنة وما ذلك إلا بالنظر إلىٰ ما قبل الوقوع بدليل أنه لوقرأ القرآن كله يقع الكل فرضًا وكذا لوأطال القيام أوالركوع أوالسجود وهٰذا نهاية ما تحررلي من فتح الملك الوهاب فاغتنمه فإنه من مفردات هٰذا الكتاب والله تعالىٰ أعلم بالصواب.(رد المحتار: ١/٦٧٩)(١)

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی منقولہ عبارات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ صلوٰۃ معادہ قبل الایقاع واجب ہے اور بعد الایقاع فرض ہے، اعرابی تارک اعتدال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: فصل فإنک لم تصل (٢) بھی اس پر دلیل ہے کہ صلوٰۃ معادہ فرض ہے، آپ نے صلوۃ اولیٰ کو غیر معتبر قرار دے کر صلوٰۃ

(١) باب قضاء الفوائت: ٢/٥٢٠-٥٢٣،مكتبة زكريا،انيس

(٢) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل المسجد فدخل فصلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فردعليه النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فإنک لم تصل فصلى ==

ثانیہ کا امر فرمایا اور اسے معتبر قرار دیا، قول مذکور کی ترجیح کے علاوہ اسے صورت تطبیق بھی قرار دیا جاسکتا ہے، غیر واجب، واجب اور فرض کے اقوال میں تطبیق عبارات بالا میں گذر چکی ہے، باقی رہا قول نفل، سو اس میں نفل بمعنی واجب لیا جاسکتا ہے، چنانچہ وتر کو باب نوافل میں ذکر کیا جاتا ہے اور کراہت جماعت فی غیر رمضان و وجوب القرأۃ فی جمیع الرکعات وغیرہ احکام میں بھی بحکم نوافل ہے، خصوصا واجب بایجاب العبد پر نفل کا اطلاق عام ہے، **کالصلاۃ المنذورۃ ورکعتی الطواف**، چونکہ صلوٰۃ معادہ کا وجوب بھی بفعل العبد ہے؛ اس لیے اس واجب کو اصطلاح میں نفل ہی سے تعبیر کیا جائے گا، غرضیکہ صورت ترجیح و تطبیق دونوں کا مقتضی یہ ہے کہ صلوۃ اولیٰ فرض ناقص ہے اور صلوٰۃ معادہ بھی فرض مثل اولیٰ مع زیادۃ صفۃ الکمال ہے؛ اس لیے نو دارد کی اقتدا صحیح ہوگی۔

"**الفرض لایتکرر**" کا جواب یہ ہے کہ فرض کامل کا تکرار جائز نہیں، **لأنہ یرادبالمطلق الفرد الکامل.**

تنقید:

مجیب اول نے جو قبل الاعادہ پڑھی ہوئی نماز کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ "اور جب اعادہ ہوگیا تو یہ فرض محول الی النفل ہوگئے" اس میں تأمل ہے؛ اس لیے کہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ صلوٰۃ معادہ مثل اولیٰ ہے مع صفۃ زیادۃ الکمال، پس اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اعادہ کے بعد صلوٰۃ اولیٰ نفل ہوجائے گی تو لازمی طور پر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ صلوٰۃ معادہ جو مثل اولیٰ ہے، وہ بھی نفل ہو، مجیب نے جو مثال پیش کی ہے کہ اگر کوئی شخص ظہر پڑھ کر جمعہ میں شریک ہو تو فرضیت کا بطلان ہو کر عندالامام وابی یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ نفلیت باقی رہ جاتی ہے، یہ اس لیے صحیح نہیں کہ جمعہ کے روز ظہر کا حکم عندالعجز اوالتخلف ہے، جب جمعہ پڑھ لیا تو عجز و تخلف کا تحقق ہی نہیں ہوا؛ اس لیے صلوٰۃ جمعہ ہی کی صحت کا حکم ہوا اور جو نماز ظہر کی نیت سے پڑھی تھی وہ نفل ہوگئی، نیز یہاں دو الگ الگ نمازیں ہیں اور صلوٰۃ معادہ میں ایک ہی نماز کا اعادہ ہوتا ہے، لہذا قیاس مع الفارق ہے، مجیب نے آگے چل کر خود مؤداۃ بالفعل الاول والثانی کو متحد بالذات قرار دیا ہے اور صلوٰۃ اولیٰ کو نفل قرار دینے سے اول و ثانی میں اتحاد بالذات نہیں رہتا، فافہم وتدبر۔

مجیب ثانی کا صلوٰۃ اولیٰ اور صلوٰۃ معادہ دونوں کی فرضیت کے قول میں علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ کو منفرد قرار دینا اور اس پر علامہ شامی کے قول: **ھذا ماتحرر لی،الخ**، سے استدلال صحیح نہیں؛ اس لیے کہ یہ پوری تحقیق سے متعلق نہیں؛

== ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فإنک لم تصل ثلثاً فقال والذي بعثک بالحق ما أحسن غيره فعلمني فقال إذا قمت إلى الصلوٰة فكبر ثم أقرأ ما تيسر من القرآن ثم اركع حتٰى تطمئن راكعاً ثم ارفع حتٰى تعتدل قائماً ثم السجدة حتٰى تطمئن ساجداً ثم ارفع حتٰى تطمئن جالساً ثم اسجد حتٰى تطمئن ساجداً ثم افعل ذلک في صلاتک كلها. (صحيح البخاري، باب في أمر النبي صلى الله عليه وسلم الذي لايتم ركوعه: ۱۰۹/۱، مكتبة ديوبند، انيس)

بلکہ آخر بحث میں جو صورت تطبیق بیان فرمائی ہے، اس سے متعلق چنانچہ خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار اور منحۃ الخالق میں اور حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کبیری میں فرضیت ثانیہ سے متعلق کئی حضرات کے اقوال نقل فرمائے ہیں؛ اس لیے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ علامہ شامی خود ایک چیز کو متعدد لوگوں کی طرف سے حکایۃً ذکر فرمائیں اور پھر یہ فرمائیں کہ یہ میرے تفردات میں سے ہے۔

حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیق:

بارہویں صدی ہجری کے مشہور فقیہ النفس حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ کے فتاویٰ اور تحقیقات فقہیہ میں آپ کے تبحر وتعمق کے مشاہدہ کے بعد واضح ہوتا ہے کہ آپ کی تحقیقات کا مطالعہ کئے بغیر آپ کا تعارف بہت ناقص؛ بلکہ کالعدم ہے، مسئلہ زیر بحث سے متعلق آپ کے دو فتوے نقل کئے جاتے ہیں۔

سوال: بعد از خروج وقت جبر نقصان مستحب است، یا واجب؟

جواب: ہر دو روایت است، " **والأصح الوجوب، كما في مسائل شتى من شرح المنية** ". (۱)

سوال: در جبر نقصان نماز مغرب ووتر اگر سہوا بر سہ رکعت نہ نشست چہ کند، سہو دہد یا جبر بسازگرداند؟

جواب: بازگرداند۔ (۲)

خلاصہ:

صلوٰۃ معادہ میں شریک ہونے والے کی نماز کی صحت کا قول ارجح واوسع ہے اور قول عدم صحت احوط، کثرت جماعت کی حالت میں نو وارد مقتدیوں کے لیے یہ علم حاصل کرنا متعسر ہے کہ یہ جماعت اولیٰ ہے، یا معادہ؟ لہٰذا ایسی صورت میں قول عدم صحت میں تنگی اور حرج ظاہر ہے، البتہ کسی مقتدی کو اس کا علم ہوجائے تو اس کے لیے عمل بالاحوط اولیٰ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد، ۱۴ر محرم ۱۳۹۶ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۴۲-۳۵۲)

---

(۱) وقد علمت أيضاً بالوجوب فيكون المرجح وجوب الإعادة في الوقت وبعده. (ردالمحتار، باب قضاء الفوائت: ۲/۵۲۲، انیس)

(۲) بیاض ہاشمی قلمی، جلد اول، باب قضاء الفوئت، ص: ۱۳۰